





شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیقات حدیث  
(صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخے کی روشنی میں)

تالیف .

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن

شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت، مظفرنگر، یوپی

**Shah Waliullah Academy**

**Phulat, Muzaffar Nagar-251201, (U.P.)**

کتاب کا نام	: شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحقیقات حدیث (صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخے کی روشنی میں)
مؤلف	: ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن
ناشر	: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، بھلت، مظفر نگر، یوپی
سال اشاعت	: ۷ دسمبر ۲۰۰۷ء
طباعت	: ارمغان پبلی کیشنز، بھلت
صفحات	: ۲۰۸
کمپوزنگ	: ریاض احمد خان (وی پرنٹ زون، پٹنہ)
تعداد	: ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

-: ملنے کے پتے :-

- (۱) شاہ ولی اللہ اکیڈمی، بھلت، مظفر نگر، یوپی
- (۲) مرکز تحقیقات اسلامی، نیو عظیم آباد کالونی، سینچر باغ، پٹنہ-۶

## فہرست عنوانات

۵	ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن	پیش لفظ	-۱
۹	پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین مظہر صدیقی	مقدمہ	-۲
۳۳	ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن	خدا بخش لائبریری کانسٹیبل بخاری شریف	-۳
۳۳		فہرست ابواب	-۴
۴۷		صحیح بخاری جلد اول	-۵
۱۲۲		صحیح بخاری جلد دوم	-۶
۱۷۰		صحیح بخاری جلد سوم	-۷
۱۸۹		صحیح بخاری جلد چہارم	-۸

# انتساب

اپنے حقیقی بڑے بھائی جناب حافظ محمد شفیق خاں  
مدظلہ العالی کے نام جن کی مرضی و فکری تربیت نے  
مجھے اس اہم خدمت کے لائق بنایا۔

## پیش لفظ

خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری پٹنہ، ہندوستان کا نہایت معروف علمی ادارہ ہے جہاں عربی، فارسی، اردو، ترکی، پشتو، پالی اور سنسکرت زبان کے نہایت اہم، قدیم، نادر و نایاب اور قابل قدر مخطوطات کا شاندار ذخیرہ محفوظ ہے۔ مخطوطات کی تعداد ۲۲ ہزار ہے جو ہندوستان کے تمام مشرقی کتب خانوں کے مقابلہ میں سب سے بڑی تعداد ہے۔

میری خوش نصیبی ہے کہ میں یہاں کے اس اہم ذخیرے کا مسلسل تیس سال تک (۱۹۷۶ء-۲۰۰۶ء) ذمہ دار رہا اور حفاظت و نگرانی کے علاوہ اہم مخطوطات کی فہرست سازی، ہندو بیرون ہند کے اہل علم کی فرمائش پر علمی و تحقیقی مواد کی فراہمی، اور لائبریری میں آئے ہوئے معروف و ممتاز دانشور حضرات کے سامنے نوادرات کے تعارف کی خدمات انجام دیتا رہا۔

خدا بخش لائبریری کے اہم اور نادر و نایاب مخطوطات میں صحیح بخاری کا یہ نسخہ بھی ہے۔ جس کی تعلیقات و تحقیقات یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔ یہ نسخہ چار جلدوں میں ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا درس دیا ہوا ہے۔ اس کی کئی خوبیاں ہیں۔ جن میں ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس کی چاروں جلدوں کے مختلف صفحات پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیقات ملتی ہیں۔ جو تعداد میں ۷۶ ہیں۔ یہ تحقیقات صرف اسی نسخہ میں موجود ہیں دوسری جگہ نہیں ملتیں اس لحاظ سے یہ نہایت اہم اور قابل قدر ہیں اور نادر و نایاب بھی۔ تاہم افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تحقیقات اب تک تمام اہل علم کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ خود علمائے حدیث ان تحقیقات سے نا آشنا اور ان کے استفادے سے محروم ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خدا بخش لائبریری کے کیٹلاگ نے آج سے اتنی سال قبل جب اس مخطوطہ کا تعارف کرایا تھا تو اس کی تمام خوبیوں کا تو ذکر کیا لیکن اس کی تحقیقات پر کچھ روشنی نہیں ڈالی اور نہ اس کی تفصیلات پیش کیں۔ جس کی وجہ سے اس اہم خوبی کی طرف کسی شخص کی نظر نہیں گئی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر کسی عالم دین نے اس نسخہ کو پڑھا تو صرف اس حیثیت سے پڑھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک اجازت نامہ کے ذیل میں ایک جگہ اپنے آپ کو مسلک حنفی لکھا ہے۔ میں نے جب کبھی کسی عالم دین کو یہ نسخہ دیکھایا تو وہ صرف اس عبارت کو دیکھ کر خوش ہو گیا کہ اس میں حضرت شاہ صاحب حنفی مسلک کے پیروکار نظر آتے ہیں اور اس کی خود انہوں نے وضاحت کر دی ہے۔ لیکن کیا اس میں ان کے گراں قدر تحقیقی حواشی ہیں یا اس میں مزید تحقیقی معلومات پائی جاتی ہیں۔ ان کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ میری خوش نصیبی ہے کہ میں مخطوطات کے انچارج ہونے کی بنا پر اکثر اہم مخطوطات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتا رہتا تھا اور ان کی اہم خصوصیات سے واقف ہونے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس مخطوطہ کو میں نے بیسویں بار اہل علم کو دیکھایا اور بارہا حواشی کا مطالعہ کیا۔ ان حواشی میں کچھ تو ایسے ہیں جو امام قسطلانی اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہما کے حوالے سے ہیں۔ لیکن بقیہ حواشی ایسے ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شاگرد رشید شیخ محمد بن پیر محمد الہ آبادی کے لکھے ہوئے ہیں اور تمام حواشی کے اخیر میں ”کذا سمعت عن شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ“ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ ملتے ہیں۔ ظاہر ہے اس قسم کی تحریروں سے یہ بات بلاشبہ ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ تمام تحقیقات حضرت شاہ کی ہیں۔ اسی دوران میں آج سے تین سال قبل کی بات ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم اسلامیہ کے چیرمین اور شاہ ولی اللہ ریسرچ سکل کے ڈائریکٹر پروفیسر نیشن منظر صدیقی کا دعوت نامہ موصول ہوا جس میں انہوں نے وہاں کے ۱۰-۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء میں ہونے والے دو روزہ قومی سیمینار میں شرکت کرنے کی مجھے دعوت دی۔ موضوع تقاضا شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث۔ میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور شرکت کے لیے منظوری دیدی کیونکہ میں نے سوچا کہ اس اہم نسخے کے تعارف کے لیے سب سے زیادہ موزوں و مناسب جگہ وہی ہو سکتی ہے کیونکہ وہاں پورے ملک کے علما اور دانش ور حضرت موجود ہوں گے جو ان تحقیقات کے بارے میں اپنے خیالات پیش فرمائیں گے۔ چنانچہ میں نے ان تحقیقات کو پوری توجہ سے پڑھنا شروع کیا اور ڈیڑھ دو ماہ

کی مسلسل محنت کے بعد مقالہ تیار کر کے سمینار میں حاضر ہوا۔ اور پھر مقالہ پڑھا، مقالہ پڑھنا تھا کہ تمام شرکاء سمینار نے خوشی کا اظہار کیا۔ داؤد تحسین دی اور خواہش ظاہر کی کہ ان تحقیقات کو کتابی صورت مرتب کر کے شائع کرایا جائے۔ کیونکہ یہ تحقیقات پہلی بار ان کے سامنے آئی تھیں۔ جو ان کے لیے نہایت نادر و نایاب تھیں۔ خاص طور پر پروفیسر یسین مظہر صدیقی کی فرمائش ہوئی کہ میں انہیں جمع کر دوں تاکہ شاہ صاحب کی نایاب تحقیقات تمام علمی دنیا کے سامنے آجائیں اور وہ ان سے بہ آسانی استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ اہل علم دوستوں کے تقاضے پر میں نے اسی وقت پختہ ارادہ کر لیا کہ دو سال بعد جب ۲۰۰۶ء کے فروری میں خدابخش لائبریری کی ملازمت سے سبکدوش ہوں گا تو سب سے پہلے اس خدمت کو انجام دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ملازمت سے سبکدوش ہوتے ہی مجھے اس اہم علمی و دینی کام کی توفیق عطا فرمائی اور ایک سال کی مدت میں یہ کام آج پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

فالحمد لله على ذلك و ما توفيقى الابالله۔

یہ کہتے ہوئے انتہائی مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ یہ نادر و نایاب تحقیقات پہلی بار علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جن سے حدیث نبوی کے طلباء، اساتذہ اور محققین کی معلومات میں نہایت شاندار اضافہ ہوگا۔ کیونکہ بیشتر تحقیقات ایسی ہیں جو بالکل نئی اور اچھوتی ہیں۔ جن کی طرف متقدمین علمائے حدیث کا دھیان بھی نہیں گیا تھا۔

اس کتاب میں میں نے اصول یہ اپنایا ہے کہ سب سے پہلے متعلقہ ابواب اور ان کے ذیل میں متعلقہ احادیث نبوی تحریر کی ہیں۔ پھر شاہ صاحب کی تحقیقات کا خلاصہ پیش کیا ہے تاکہ شاہ صاحب کی تحقیقات ان کے متعلقہ ابواب و احادیث کی روشنی میں بہ آسانی سمجھ میں آسکیں کیونکہ ان دونوں کے ذکر کیے بغیر شاہ صاحب کی تحقیقات کو سمجھنا آسان نہیں تھا۔ اخیر میں شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ محمد بن شیخ پیر محمد الہ آبادی کی اصل عبارت پیش ہے۔ جو قلمی نسخے کی جلد اور اوراق کے حوالے کے ساتھ ہے۔ تمام احادیث اور تحقیقات کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے تاکہ عام قاری انہیں بہ آسانی سمجھ سکے۔

اس کتاب کے شروع میں پہلے نسخہ خدا بخش کا بھرپور تعارف پیش کر دیا گیا ہے تاکہ اس کی علمی و تحقیقی اہمیت اور قدر و قیمت سے آپ بخوبی واقف ہو سکیں۔ اس کے بعد متعلقہ ابواب کی فہرست دے دی گئی ہے تاکہ ان کے ذیل میں شاہ صاحب کی تحقیقات آپ کو معلوم ہو سکیں۔

اس موقع پر میں اپنے مخلص کرم فرما فاضل دوست پروفیسر یسین مظہر صدیقی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر نہ صرف یہ کہ میری اس کتاب پر ایک مبسوط عالمانہ مقدمہ لکھا جس میں حضرت شاہ صاحب کے افکار و خیالات کی اندرت پر بھرپور روشنی ڈال دی بلکہ میرے پورے مسودہ کو بغائر ملاحظہ کیا اور جا بجا اس کی غلطیوں کی اصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید علمی و دینی کام کرنے کی انہیں توفیق بخشے۔ آمین۔

میرے دوسرے دوست مولانا صدر عالم استاد مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے میرے مسودے کے ابتدائی پچاس صفحات کو پوری دلچسپی سے پڑھا اور جا بجا ان کی اصلاح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔ اخیر میں میں مکرمی جناب کلیم صدیقی صاحب، صدر شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت کی ذمہ داری نہایت خوش دلی کے ساتھ قبول فرمائی اور انہیں کی کوششوں سے یہ تحقیقات آج پہلی بار دانشوران علم و فن کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس علمی و دینی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور اہل علم حضرات کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔ آمین۔

محمد عتیق الرحمن

مرکز تحقیقات اسلامی

نور عظیم آباد کالونی صندل نگر، سنیچر بازار، پٹنہ۔ ۶

۳۱ مئی ۲۰۰۷ء

## مقدمہ

صحیح بخاری کی مثالی مقبولیت کی ایک بے مثال جہت اس کی تشریح و تفسیر سے محدثین کرام کی بے پناہ اہمیت ہے۔ کتب حدیث میں شرح و تفسیر کی ایسی مثال نادر ہے جو دیگر صحاح کے حصہ میں بھی نہیں آئی، تو دوسری کتب حدیث کا کیا ذکر۔ شروع و حواشی بخاری کی بھی متعدد جہات ہیں: ان میں سے صرف چند ایک ہی طبعزاد، جامع، حکمت آمیز اور فنی رہنما ہیں اور ان میں بھی ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری سرخیل بھی ہے اور لا جواب بھی۔ وہ ایک طرح سے بانی شرح بھی ہے اور خاتم بھی۔

باقی اہم ترین شروح بخاری کی وہ کلاسیکی درجہ ہے اور نہ فنی عظمت و منزلت۔ اور ہے بھی تو دوسرے درجہ خاص کی۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، م ۸۵۲/۱۳۳۸) فتح الباری، تالیف "۱۳۱۳/۸۱۷-۱۳۳۸/۸۳۲ نیز مابعد تہذیب، علامہ عینی (محمود بن احمد حنفی م ۸۵۵/۱۳۵۱)، عمدة الصاری: نیز عسقلانی کی ارشاد الساری کے علاوہ کرمانی، نووی، انصاری وغیرہ کی شروح)

ان تمام قدیم و جدید شروح و حواشی میں ایک اہم جہت یہ بھی ہے کہ بعض جامع ہیں اور مفصل و مشرح بھی۔ کہ وہ تمام احادیث، تراجم ابواب، رجال و رواۃ اور دوسری تمام متعلقہ اور بسا اوقات غیر متعلقہ چیزوں سے بھی بحث کرتی ہیں۔ متعدد مختصر و متوسط ہیں کہ صرف ضروری مقامات یا مشکل احوال کی گرہ کشائی کرتی ہیں اور ان میں بھی صرف منتخب لطائف کی حامل ہیں۔ ایک اور دلچسپ حقیقت یہ بھی نظر آتی ہے کہ متعدد شارحین کرام نے بالخصوص مدرسین عظام نے دورانِ درس اپنے حواشی سے نوازا اور ان حواشی کو صاحب درس کی بجائے ان کے تلامذہ میں سے کسی نے اپنے نسخہ بخاری کے حواشی پر ان کو سجایا اور سنوارا۔ (متاخرین نے ہانقوم درسی تعلیمات و شروح لکھیں یا لکھوائیں جیسے انور شاہ کشمیری کی فیض الباری،

احمد علی سہارنپوری کی شرح و حاشیہ، رشید احمد گنگوہی کی لامع الدراری وغیرہ ملاحظہ ہو: تقی الدین ندوی، محدثین  
عظام اور ان کے علمی کارنامے، مظفر پور ۱۹۹۵ء، ۱۳۲۰، ۱۳۶۰

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ محدث اعظم تھے کہ تمام ذخیرہ حدیث پر حکیمانہ اور  
ناقداانہ دسترس رکھتے تھے۔

وہ اپنی تعلیم عالی و مطالعہ بالغہ کے علاوہ حدیث کے استاذ کل بھی تھے اور بالعموم دور  
آخر میں فتہی طلباء بلکہ شیوخ کو درس حدیث دیتے تھے۔ موطا امام مالک کے وہ شارح جلیل  
بھی تھے اور اس اہم ترین کتاب حدیث و فقہ کی عربی و فارسی میں دو دوسروں تکھی تھیں۔ ان  
میں عربی مسوئی تعلیقات کے انداز کی ہے لیکن فارسی مصنفی جامع و کامل شرح کالائانی عظمت  
رکھتی ہے۔ حضرت شاہ موطا امام مالک کو صحیحین۔ بخاری و مسلم۔ کی اساس قرار دیتے تھے اور  
دونوں صحیح ترین کتب کو اسی کا مستخرج و مستفیض بتاتے تھے۔ (خاکسار راقم، حضرت شاہ ولی اللہ  
دہلوی۔ شخصیت و حکمت کا ایک تعارف، علی گڑھ ۲۰۰۱ء، شاہ ولی اللہ دہلوی کی خدمات حدیث، بحفل ۲۰۰۳ء، نیز  
بجاء اللہ البالغہ میں بحث شاہ بر طبقات کتب حدیث، مکتبہ سلفیہ لاہور، غیر مورخہ/۱۳۲۱-۱۳۲۵ء ما بعد)۔

ہاں ہمہ حضرت شاہ نے کتب حدیث کے اپنے قائم کردہ طبقات میں سے طبقہ  
اولیٰ میں موطا کے ساتھ بخاری اور مسلم کو بالترتیب رکھا تھا اور ان کی انفرادی عظمت اور فنی  
جلالت اور علمی پیش رفت کے بھی قائل تھے۔ وہ صحیح بخاری کو دوسرے مقام پر رکھتے تھے اور  
اسی طرح اس کے ساتھ اعتنا فرماتے تھے جس طرح موطا امام مالک سے۔ اسی بنا پر انھوں  
نے نہ صرف صحیح بخاری کی تدریس و تعلیم کا خاطر خواہ اہتمام فرمایا بلکہ اس کے تراجم ابواب پر  
ایک مختصر رسالہ بھی لکھا جس میں منتخب ابواب کے تراجم کی نادر شرح لکھی۔

حضرت شاہ نے بخاری کے ایک نسخہ پر اپنے حواشی بھی تحریر کروائے۔ (حضرت شاہ  
ولی اللہ دہلوی، شرح تراجم ابواب صحیح بخاری، مولفہ دور ۱۱۳۵-۱۱۳۶/۱۴۳۳-۱۴۳۴؛ حیدرآباد دکن ۱۹۳۹ء،  
خاکسار کا کتابچہ شخصیت و حکمت پر، نیز دوسری کتب شاہ و حکمت شاہ)۔

حضرت شاہ کے زیر تدریس نسخہ بخاری مشہور کتب خانہ خدابخش اور نیشنل پبلک لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔ اس پر ان کے شاگرد رشید شیخ محمد بن شیخ پیر محمد الہ آبادی کے لکھے ہوئے حواشی ہیں۔ جن کے آخر میں اکثر جگہ لکھا ہے۔ کذا سمعت عن شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

صحیح بخاری پر حضرت شاہ کے حواشی صرف منتخب مقامات پر ہیں لہذا وہ باب بہ باب اور حدیث بہ حدیث شرح و حاشیہ بخاری نہیں ہے۔ اس کا بہر حال امکان ہے کہ حاشیہ نویس شاگرد جلیل نے اپنے تمام حواشی و شروح شیخ کو لکھنے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو اور صرف مقامات مذکورہ کو ہی عطایائے شیخ سے آراستہ کرنے کو ضروری جانا ہو۔ بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ حضرت شاہ نے دوران تدریس پوری صحیح بخاری پر ان سے زیادہ تشریحات کی تھیں۔

کامل متن بخاری کی تدریس حضرت شاہ کا ثبوت ان حواشی سے ملتا ہے جو اولین حدیث سے لوآخر کتاب تک وسیع ہیں۔ ان میں جلد اول کے حواشی کیت و کیفیت دونوں کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں جو بعد کی جلدوں میں کم سے کمتر ہوتے گئے ہیں۔ یہ تدریس میں بعد کی روآوری یا حاشیہ نگاری کی پہل نگاری کا معاملہ نہیں لگتا۔ حضرت شاہ کی تالیف و شرح کا ایک نتیجہ ہے۔ تراجم ابواب بخاری کی شرح میں بھی یہی صورت حال نظر آتی ہے۔ جو تدریس کی عدم توازن کی نشانی ہے۔ موطا کی شروح میں ایسی صورت نہیں ہے۔ حضرت شاہ نے موطا امام مالک کی مانند شروح و حواشی بخاری میں جامعیت کا التزام نہیں فرمایا۔ خود لکھتے تو شاید کرتے۔ (ملاحظہ ہو خاکسار کا کتابچہ مذکورہ بالا: نیز شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث اور مقالہ بر شاہ تراجم ابواب بخاری)

ولی اللہی حواشی بخاری اپنے انتخاب کے اختصار و اجمال کے باوجود چند خواص خاصہ کے حامل و علمبردار ہیں۔ ان کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا خاصہ تو یہی ہے کہ وہ عالم اسلام کے ایک اہم ترین محدث حکیم کے ارشاد کردہ حواشی ہیں۔ حضرت شاہ اور حکمت

بالہ دونوں لازم و ملزوم ہیں جن سے فنی جلالت کو استناد حاصل ہوتا ہے اور تقسیم و تشریح کو حکیمانہ اعتبار۔ ان کی عبقریت، علوم اسلامیہ میں مثالی درجہ، حدیث و فن سے محدثانہ اور حکیمانہ شغف ان کو نادر عطا پایا بناتا ہے۔ ان حواشی بخاری کی اشاعت و طباعت کے بعد اہل علم و فن ان کو بہتر طریق سے اجاگر کریں گے کہ وہ ان کا خصوصی فن ہے خاکسار راقم محض تقبیل ارشاد میں اور کچھ ثواب لوٹنے کی خاطر اس عظیم فنی کام کے بارے میں چند معروضات پیش کرتا ہے۔ جو ماہرین فن کے لیے تو ہفوات طالب علمانہ سے زیادہ نہیں، تاہم ان کی توجہ عالی ان کی طرف مبذول کرا سکتے ہیں۔

(الف) ندرت تشریح و حاشیہ:

صحیح بخاری کی اولین کتاب و باب میں وحی کے آغاز پر حضرت شاہ نے ایک مختصر

و نادر حاشیہ لکھا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی کا آغاز وحی حدیث سے ہوا جس کو غیر متکو اور حدیث کہا جاتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک امر متواتر ہے جس طرح وحی متکو اپنی عبارت کے ساتھ محفوظ و متواتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احادیث کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی طرح وحی فرمایا تھا جو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو ملیں اور ان کے ذریعہ نسل بعد نسل علماء اسلام کو عطا ہوئیں اور مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہو گئیں۔ احادیث نبوی کا وحی الہی ہونا، اس وحی کا تواتر اور امت میں اشاعت پذیر ہونا نادر ترین شرح ہے۔ اس پر مزید اضافہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ ان احادیث نبوی کا تواتر دو طرح سے ثابت ہے: علمی و روایتی لحاظ سے بھی اور عملی سنت پر امت کے تعامل کے لحاظ سے بھی۔ حدیث کے متواتر ہونے کا یہ نظریہ شاہ نادر ہونے کے علاوہ پوری طرح حتمی بھی ہے۔ دوسرے شارحین حدیث کی نگاہ اس نکتہ کی طرف نہیں گئی ہے۔ حضرت شاہ نے صرف بخاری کے ترجمہ الباب سے سروکار رکھا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے قاضی عیاض محسی اور

دیگر مشائخ کے اقوال و تشریحات سے بحث کی ہے مگر وحی کی مراد کونہ پانکے۔ (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دارالسلام ریاض وغیرہ۔ ۱۳۹۷ء، ۱۰/۱۲-۱۳؛ نیز خاکسار راقم، وحی حدیث، دہلی ۲۰۰۲ء؛ شرح تراجم ابواب بخاری، مشقہ مباحث:۔)

حضرت شاہ نے مسئلہ ایمان کے باب میں قدیم محدثین کے کلام مختلف میں شارحین کرام کے اضطراب کو اجاگر کیا ہے کہ ایمان سے مراد کیا ہے۔ صرف قلب سے تصدیق اور زبان سے اقرار بلا عمل ایمان ہے یا اعمال بھی ایمان میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ نے ایمان کی دو قسمیں۔ ایمان اعتیاد قطعاً، اور ایمان حقیقت کر کے ان دو کو واضح کر دیا ہے اور مسئلہ سلجھا دیا ہے۔ ان کی شرح ایمان کہ قرب الہی کا ایک درجہ ہے (الایمان عبارة من درجہ من القرب) بہت نادر تعریف ہے۔ بخاری کے طویل ترین ترجمہ الباب کی عبارت اور تشریح ابن حجر عسقلانی وغیرہ سے موازنہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان شارحین کرام اور ان کے متون کے مؤلفین عظام اپنے خاص نقطہ نظریہ یا نظریہ ایمان سے شرح کرتے ہیں جبکہ حضرت شاہ نے ایسی اجتماعیت پیدا کی ہے جو تمام فقہی، مسلکی، فنی اور نظری گونا گونی کو اپنے اندر سمو لیتی ہے اور خالص ایمان کی تعریف پیش کرتی ہے۔ (فتح الباری ۱/۶۳-۶۹، وابعاد: شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ بالذہ، ۱/۶۳-۶۵، وابعاد بحث بر ایمان صفات اللہ وغیرہ:۔)

حضرت شاہ کے حواشی بخاری میں ندرت شرح و بیان کی مثالوں پر ایک پورا مقالہ لکھا جاسکتا ہے جس کی گنجائش یہاں نہیں۔ صرف بعض اور کتب و ابواب بخاری کے حوالے سے ان نادر و حکیمانہ تشریحات ولی اللہی کا ذکر بلکہ حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے:

— کتاب الجنائز کے باب ۶۸: ”من احب الدفن فی الارض

المقدسة او نہنوها“ کی حدیث بخاری ۱۳۳۹ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو مکار کران کی آنکھ نکال دی، ان حدیث میں اور دوسری باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ حضرت شاہ نے اس واقعہ کو صورت مثالیہ قرار دے کر بعض دوسرے مثالی

واقعات/صورتوں سے مماثلت دکھائی ہے اور حدیث کی صحیح تفہیم کی ہے اصل بات یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ارض مقدس میں وفات پانا چاہتے تھے اور اس خواہش نے کیا کیا روپ دھارے حضرت حافظ ابن حجر اور دوسرے شراح میں یہ تشریح و تفسیر نہیں ملتی، اگرچہ دوسری بہت سی تفصیلات موجود ہیں۔ (فتح الباری ۳/۲۶۳-۲۶۴: حضرت شاہ کی صورت مثالی کی بی بی تین بجشیں ان کی کتاب ج۱/۱۳-۱۵: باب ذکر عالم المثال اور بعض کتب تصوف میں ملتی ہیں، حدیث سے متعلق صورت مثالی کی تمام چیزوں کو خاکسار نے حضرت شاہ کی صوفیانہ شرح حدیث میں جمع کر دیا ہے۔)

دوسرے تراجم ابواب یا احادیث بخاری میں ایسی نادر تشریحات حضرت شاہ بخوبی ملتی ہیں جیسے رمضان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجود (سخی ترین) ہونے کی واقعیت، نبی اکرم کی امیہ کی وضاحت، قضائے صیام رمضان، باب قصہ زمزم و جہل العرب، باب "اذا دخل بیتا یصلی حیث شاء او حیث امر ولا ینحس" (میں بعض طرق الحدیث کا ذکر کے لکھا ہے کہ اس ترجمہ الباب کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں حکم دیا گیا تھا وہاں نماز پڑھتے مگر حضرت عثمان انصاریؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر تقویض فرما دیا...)

(ب) محدثین کی جمع و تدوین حدیث کی جہت:

عام خیال یہ ہے کہ حضرات محدثین بالخصوص مؤلفین کتب حدیث صحیح احادیث کو جمع کرنے کی سعی بلیغ کرتے ہیں۔ صحیحین کی تمام احادیث کے بارے میں امام دارقطنیؒ وغیرہ کے تمام نقد و تبصرہ کے باوجود یہ اجماع پایا جاتا ہے کہ وہ سب کی سب صحیح ترین ہیں۔ یہ خاص الم فن کا ادراک ہے کہ عظیم ترین مؤلفین کتب حدیث ان صحیح احادیث نبوی کو ایک خاص نقطہ نظر سے جمع کرتے ہیں۔ اور وہ نقطہ نظر ان کے فقہی مسلک اور عقیدہ دینی پر استوار ہوتا ہے۔ وہ اپنے خاص مسلک و عقیدہ کے خلاف کوئی حدیث نہیں لاتے اور اگر لے آتے ہیں تو برائے نقد و تردید لاتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی منجملہ شرائط میں سے ایک یہ

بھی تھی کہ راوی ایمان میں قول و عمل دونوں کے شمول کا قائل ہو لہذا صرف اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے نظریہ کے حاملین کی روایات قبول نہیں کیں۔ حضرت شاہ نے اپنے بعض حواشی میں حضرت امام کے فقہی مسلک یا خاص مسلک کی تائید میں روایات لانے کا ذکر فرمایا ہے۔ (تقی الدین عمدی، مذکورہ بالا، باب امام بخاری بالخصوص امام بخاری کا مسلک، تخریج کے شرائط ۱۹۰-۱۳۵ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی کا مقدمہ فتح الباری، ہدی المبارک، بالخصوص فصل اول، ثانی اور آخری باب یرت تالیف)۔

اس کی ایک مثال تیمم میں مٹی پر یک ضربہ روایات و احادیث کی جمع و تدوین بخاری ہے کہ وہ اسی کے قائل تھے اور وہی مسلک امام احمد کی مؤند بھی ہے۔ صحیح اور مرفوع احادیث میں دو ضربہ احادیث کا ذکر بھی ملتا ہے جو دوسرے ائمہ کا مسلک ہے مگر ان کا ذکر حضرت امام نے نہیں فرمایا۔ حضرت شاہ نے تیمم میں ایک ضربہ چہرے کے لیے اور دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے بتانے والی مرفوع و مقوف احادیث کا ذکر امام مالک کی موطا اور امام ابو حنیفہ (امامنا الاعظم) کے مسلک و سلسلہ سے نقل کیا ہے۔ اور حضرات صحابہ میں ان کی روایت اور ان پر تعامل کی توثیق حضرات عبداللہ بن مسعود اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔ (فتح الباری، ۱/۵۷۶-۵۷۸: باب التیمم للوجه و الکفین، احادیث: ۲۳۹-۲۴۳ سب کی سب حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہیں۔ نیز باب التیمم ضربہ: ۱/۵۹۱-۵۹۳ امام نووی نے دو ضربہ تیمم کی روایات کو اصح منصوص قرار دیا ہے اگرچہ حافظ ابن حجر نے اس کو فقہی تعبیر کیا ہے)۔

اگرچہ ان حواشی بخاری میں حضرت شاہ نے ائمہ حدیث کی کتب میں ان کے مسالک و عقائد کی مؤند روایات و احادیث کی جمع و تدوین کی مثالیں ذکر کم دی ہیں تاہم ان میں بھی بعض دیگر مثالیں ملتی ہیں اور ان سے زیادہ موطا امام مالک کی شروح۔ مسوی و مصنفی۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں ان کا ذکر خیر تمام فقہی مسالک کے اعتبار سے کیا گیا ہے اور ان کے استدلال و طریقہ استشہاد سے بھی بحث کی گئی ہے حواشی بخاری میں امام ابو حنیفہ، امام شافعی،

امام مالک اور امام احمد کے علاوہ دیگر ائمہ کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ نے بعض مقامات پر امام حنیفہ کے مسلک سے اور بعض دیگر احوال میں امام شافعی کے مسلک سے اتفاق بخاری کا ذکر کیا ہے۔ مولانا تقی الدین ندوی نے امامین ہمامین (ابو حنیفہ و شافعی) سے اتفاق بخاری پر حضرت انور شاہ کشمیری کے اقادات بھی نقل کیے ہیں۔

(ج) دیگر کتب میں ”صحاح“ کی تدوین:

اسی بحث سے ثابت ہوتا ہے، اور اس کو دوسرے مؤلفین بالخصوص اہل السنن نے مستند بھی کیا ہے کہ دوسری احادیث بھی صحیح ہیں جو دیگر کتب میں آئی ہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں حتیٰ کہ امام بخاری اور دوسرے اکابر مؤلفین بھی اس سے متفق ہیں۔ ہدی الساری میں حضرت امام کا بیان نقل کیا ہے کہ چھ لاکھ صحیح احادیث میں سے انتخاب صحیح کیا اور اختصار کی خاطر بہت سی صحیح روایات چھوڑ دیں۔ مگر اصل نقطہ بحث حضرت شاہ نے ان حواشی میں کہیں کہیں اور دوسری نکارشات میں جا بجا یہ اٹھایا ہے کہ حدیث وسنت کے آفاق بہت وسیع ہیں اور وہ صرف صحیح بخاری میں محصور نہیں اور اسی طرح حدیث بخاری کو محض اس میں اندراج کی بدولت افضلیت اور اصحیت حاصل نہیں۔ افضل واضح ہونے کی دوسری وجوہ ہیں اور ہر ثابت شدہ صحیح حدیث وسنت مساوی طور سے افضل واضح ہے کیونکہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ ہے اور ہر نبوی تعلیم افضل و صحیح ترین ہے۔ وہ اصلاً تنوع حدیث وسنت کا معاملہ ہے جو امت مرحومہ کی آسانی اور فضل الہی اور قرب ربانی کی حصولیابی کے لیے خود صاحب وحی نے اختیار فرمایا تھا۔ (حضرت شاہ نے طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی تمام کتب کی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اگر فقہ نے دیگر کتب کی احادیث کو صحیح سمجھ کر ان سے تمسک کیا ہے اصل معاملہ حدیث وسنت کے ثابت و صحیح ہونے کا ہے۔ وہ ثابت ہے تو مساوی طور سے اس سے ملاحظہ ہو: ”تمام حقیق صحیح ہیں“۔)

حضرت شاہ نے ان حواشی بخاری میں اسی بنا پر مختلف مقامات پر جمع بین الاحادیث

کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح بخاری کی احادیث کی یک طرفگی کے بالقابل حدیث و سنت کی اجماعیت کی خاطر دوسری کتب حدیث سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ کبھی ایک ہی مسئلہ سے متعلق مختلف متنوع احادیث کو بیان کر کے مسالک کی اساس تمسک کو ثابت کرتے ہیں اور کبھی ان کے ذریعہ مختلف متنوع احادیث میں تطبیق پیدا کرتے ہیں۔ حضرت شاہ دراصل امام تطبیق و توفیق بھی ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ اور مسوئی و معصنی میں ان کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ مگر ان حواشی بخاری میں بھی ایک آدھ مثال مل ہی جاتی ہے۔

مثال اولادِ مشرکین کے باب میں حضرت امام نے دو طرح کی احادیث بیان کی ہیں جو بظاہر معارض نظر آتی ہیں۔ حضرت شاہ نے ان دونوں متنوع و مختلف حدیثوں کے درمیان اپنی تشریح "عام مخصوص البعض" کے اصول کے ذریعہ جمع کر دیا ہے۔ حضرت امام نے کتاب الجواز میں ایک ہی جیسے عنوان سے دو دو باب: ۹۱-۹۲ باب ما قبل فی اولاد المسلمین/والمشرکین باندھے ہیں اور دوسرے باب میں حدیث: ۱۳۸۳-۱۳۸۴ کا مضمون حدیث: ۱۳۸۵ سے مختلف ہے۔ ان کے اطراف بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے مختلف شارحین کے حوالے سے طویل بحث کی ہے اور مسئلہ کا واضح حل نہیں ملا، حضرت شاہ نے مختصر بحث میں اسے حل کر دیا ہے۔ (فتح الباری ۲/۳۱۰-۳۱۸: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی اور کیت ساری کو جمع کرنے والی ممانعت پر جنی حدیث کی شرح و تطبیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے کی جس میں ماہرت نبوی کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ نے بعد اوقات نبوی اس حدیث کی مدت تلاش کر لی)۔

دیگر "صحاح" سے استنادِ شاہ:

اپنے اس حقیقت افروز نظریے کے مطابق حضرت شاہ نے صحیح بخاری کی ایک اور قطعہ اجاگر کی ہے۔ وہ دراصل اس میں مکررات کے عقده کی گرہ کھولتی ہے۔ مکررات

بخاری کے بارے میں مختلف نظریات اور توجیہات ملتی ہیں۔ جن سے سردست بحث نہیں، صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ اس طبقہ مکررات میں سند کے اختلاف کے ساتھ متن کا اختلاف بھی ملتا ہے۔ بعض میں کسی لفظ یا تعبیر کا اضافہ ملتا ہے اور بعض میں وہ مفقود ہوتا ہے۔ اس کی ایک نمائندہ مثال حدیث ہرقل ہے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب اموی سے اصلاً مروی اس حدیث میں تعلیم نبوی کے ضمن میں مختلف بیانات / اضافات مکررات میں ملتے ہیں۔ (مقالہ خاکسار: حدیث ہرقل کا تجزیاتی مطالعہ، نیز حدیث معراج پر بحث خاکسار درونی حدیث وغیرہ: تہذیب الدین ندوی، مذکورہ بالا: مکررات)۔

گھر میں نفل نماز پڑھنے کے بارے میں ”بعض طرق الحدیث“ کا حوالہ حضرت شاہ نے عام انداز سے دیا ہے اور ان کی صراحت نہیں کی مگر متعدد دوسرے حواشی میں ان کی صراحت بھی فرمادی ہے اور اس طرح حدیث بخاری کے دوسرے طرق کو بتا دیا ہے۔ مثلاً کتاب الحج کے باب: ۴۷: ”باب حج المرأة عن الرجل“ کے تحت حضرت امام نے حدیث: ۵۱۳ نقل کی ہے جس کے مطابق ایک عورت اپنے کسی عزیز مرد کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہے۔ اس سے یہ دلیل حاصل کی گئی ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کے حج کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضرت شاہ نے اپنے حاشیہ میں وضاحت کی ہے کہ بعض روایات میں سوال کرنے والے کو مرد بتایا گیا ہے جبکہ حدیث بخاری میں نسیمی عورت کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ نے توجہ کی ہے کہ اس روایت سے تمسک کرنے میں حضرت امام نے یہ اشارہ دیا کہ مشہور روایت میں سوال کرنے والی شخصیت ایک عورت تھی۔ (فتح الباری ۳/۴۷۶ و ما بعد: باب وجوب الحج وفضل الحج مع اطراف دیگر: ۱۸۵۳، ۱۸۵۵، ۴۳۹۹، ۶۲۲۸: باب کے اختلاف کے علاوہ متعدد دوسرے اختلافات روایت بھی ہیں اور حضرت حافظ نے اس بات میں صرف نسیمی عورت کی حدیث کے لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس قسم کی روایات میں تعدد و تنوع کا عنصر زیادہ ہوتا ہے، اختلاف و تصادم کا بالکل نہیں۔ حضرت شاہ نے اسی کی بنا پر اختلاف احوال کا نظریہ پیش کیا تھا جو بعض احادیث کے ظاہری

تصادف کو تلف واقعات و احوال پہنچی ہونے کی بنا پر دور کرتا ہے۔

حضرت شاہ نے امام بخاری کی ایک خاص عادت / طریق کا ذکر بھی کیا ہے جو ان کی صحیح کی متعدد روایات میں پایا جاتا ہے۔ نسخہ بخاری کے مرتب گرامی اسماعیلی کے حوالے سے حضرت شاہ نے کتاب الصلوٰۃ کے باب ایجاب التکبیر و افتتاح الصلوٰۃ میں مذکور دو تین احادیث بخاری: ۷۳۲-۷۳۳ کے بارے میں لکھا ہے کہ اوّل حدیث میں تکبیر سے تعرض نہیں ملتا اور دوسرے میں اس کے ایجاب کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں صرف امام کی تکبیر کی متابعت کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت انسؓ کی اس حدیث کو بیان کرنے میں راویوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے تکبیر کا ذکر کیا ہے اور بعض نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جنہوں نے اس کا ذکر کیا ان کا شاہد حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جو اسی باب و کتاب کی آخری حدیث: ۷۳۳ ہے۔ اگرچہ اس میں ایجاب تکبیر کا واضح ذکر نہیں ہے تاہم سیاق حدیث اسی کا متقاضی ہے کہ تکبیر نماز میں ایک امر مطلوب ہی ہو۔ حضرت شاہ نے اس کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ اس قسم کی مثالیں بخاری میں کافی ہیں جو نامانوس نہیں ہیں ”و مثل هذا کثیر غیر مستنکر فی البخاری“ انہوں نے دوسرے تراجم ابواب بخاری سے بھی تکبیر کے واجب اور اتباع امام پر سند لی ہے۔ (فتح الباری: ۲۸۰-۲۸۲: کتاب الاذان، باب مذکورہ بالا: البتہ نسخہ ق میں اس ترجمہ کی جگہ بسہ ہے اور ابواب صلوٰۃ ہے صحیح بخاری کے نسخوں کے اختلاف نے بھی بڑے گل کھلائے ہیں جس طرح دوسری کتب حدیث وغیرہ نے اپنی گونا گونی پیدا کی ہے۔)

بخاری کے نسخوں میں اختلاف کی مثالیں ان کے علاوہ بھی ملتی ہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بالخصوص اور طہاعت جدیدہ مذکورہ بالا کے مرتبین گرامی نے ان کی نشاندہی اپنے ذیلی حواشی میں بہت کثرت سے کی ہے جیسا کہ گذرا۔ حضرت شاہ اس اختلاف نسخ سے خوب واقف تھے لہذا وہ نہ صرف تراجم ابواب کے بارے میں بلکہ بعض

احادیث اور ان کے الفاظ و متون کے تعلق سے ان اختلافات کا خوب ذکر کرتے ہیں۔ ان مختصر حواشی میں بھی ان کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مذکورہ بالا کے علاوہ ایک اور اختلاف نسخ کا حوالہ اس نسخہ ذخیرہ بخش کی جلد چہارم ورق ۷۲۱ ب میں ہے۔ اس کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامے سے متعلق ایک باب ”تسل الرحمہ بسلالہا“ کی حدیث حضرت مروان بن الحارث میں ہے۔ اس میں ایک عام جملہ یہ ہے کہ ”ان آل ابی فلان“ اس سے مراد کیا ہے۔ حضرت شاہ نے اسی طرح روایت کے ہونے کا ذکر بعض نسخوں کے حوالے سے کیا ہے۔ ان سے مراد ہونے میں حضرت عقیل بن ابی طالب کے علاوہ ابو طالب اور ابوسفیان اموی کو بھی مراد بتایا گیا ہے اور ان سب کی توجیہ بھی کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تلاش کی گئی کہ محمد بن جعفر بن کتاب میں ”بابی“ کے بعد بیاض رہ گیا ہے۔ بہر حال حضرت شاہ اور دوسرے شارحین کا اس سے مسلم افراد خاندان رسالت کا مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ سیاق حدیث ثابت کرتا ہے کہ قرابت سے رشتہ داری نہیں قائم ہوتی۔ اسلام و ایمان و عمل صالح سے ہوتی ہے۔ لہذا اس سے مراد صرف ابو طالب ہاشمی یا دوسرے غیر مسلم افراد خاندان ہو سکتے ہیں۔ متون کے اختلافات کے لیے ملاحظہ ہو حواشی کے صفحات: ۱۲، ۸۹-۹۰ وغیرہ۔ (فتح الباری، ۱۰/۵۱۳-۵۱۹: کتاب الادب: ۱۳-باب تمل الرحمہ بسلالہا حدیث: ۵۹۹۰: بحث حافظ کمال نسل ہے)۔

نقد و تبصرہ حضرت شاہ:

حضرت شاہ کے کمال کلمات میں سے ایک اہم ترین یہ ہے کہ وہ استدراک اور نقد و تبصرہ سے کبھی نہیں چمکتے۔ حضرت امام بخاریؒ عظیم ترین محدثین میں بھی ممتاز ترین ہیں لیکن بہر حال وہ ”امام مصوم“ نہیں تھے جیسا کہ بعض افراد و طبقات ان کو ماننا چاہتے ہیں۔ ان سے تسامحات بھی ہوئے اور بعض قاضی قاضیاں بھی سرزد ہوئیں اگرچہ ان میں سے کوئی دانت باہر نہیں نکلی۔ اسی تسامح بشری کے سبب ان پر نقد و تبصرہ بہت سے

جلیل القدر امامانِ حدیث و فقہ کی جانب سے ہو اور وہ کسی طرح بھی ان کی عظمت و جلالت میں قاصر نہیں ہے۔ اصل میں عام مدافعتین یہ بھول جاتے ہیں کہ بقول امام مزنی "صاحب امام شافعی کوئی کتاب ستر ہار بھی پڑھی جائے تو اس میں کوئی نہ کوئی غلطی/خطا ضرور مل جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے سوا کسی اور کتاب کے صحیح ہونے سے انکار فرما دیا۔" لو عورض کتاب سبعین مرة لو وجد فیہ خطأ، ابی اللہ ان یکون کتاب صحیحاً غیر کتابہ "۔ (ابن حجر عسقلانی، ہدی الساری، فصل ثامن: امام دراقطنی وغیرہ نقاد کے اعتقاد پر بحث، ۵۰۵-۵۲۸ اور جواب عسقلانی)۔

ان تنقیدات حضرت شاہ کا تعلق روایۃ حدیث سے بھی ہے اور بعض امامانِ حدیث و فقہ سے بھی ہے۔ خود امام بخاری بھی ان استدراکات و تنقیدات شاہ سے نہیں بچ سکے ہیں۔ ان کی چند مثالیں مختصر اور ج ذیل ہیں:

روایۃ کے سماع و لقاء پر نقد و استدراک شاہ کا ایک نمونہ ان حواشی کے لحاظ سے حضرت حسن بصریؒ کے حضرت ابو ہریرہ سے سماع و ملاقات کے بارے میں ہے۔ کتاب احادیث الانبیاء، ۲۸- باب (بلا عنوان) کی حدیث بخاری: ۳۳۰۴ حضرت حسن و محمد و خلاص نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے جس کے مطابق حضرت موسیٰ کے کپڑے نہاتے وقت ایک پتھر لے بھاگا تھا۔ حضرت شاہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ نے صاحب طریقت ہونے کے باوجود حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ملاقات و اخذ طریقت کا انکار کیا ہے۔

جو ان کا بہت مشہور نظریہ ہے اور جس پر محدثین و مورخین کا تقریباً اجماع ہے بہر حال حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں وضاحت کی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے ثابت ہے جبکہ حضرت حسن بصریؒ کا سماع صحابی جلیل سے "حفاظ نقاد کے" نزدیک ثابت نہیں۔ حضرت شاہ کا اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ حضرت حسن بصریؒ سے مروی

کوئی روایت ابو ہریرہ مرفوع نہیں ہے۔ (فتح الباری، ۶/۵۲۹-۵۳۱ و ما بعد؛ حضرت خلاص (ابن عربھری) کا سماع بھی امام احمد ابو داؤد کے مطابق ثابت نہیں ہے)۔

امامان فقہ و حدیث پر فقہ شاہ عام شارحین حدیث کے علاوہ خاص امام بغوی، امام شافعی، امام خطابی، امام مالک اور ان سے بڑھ کر امام زہری پر بھی ملتا ہے۔ ان کی مثالیں ترتیب حواشی کے مطابق پیش ہیں:

— امام بغوی نے رمضان / شعبان کے دنوں کی تعیین کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض شارحین نے "حساب التنجیم" کے لحاظ سے مدت ماہ مقرر کرنے کی بات کہی ہے۔ امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کو لا کر اس قول پر رد کیا ہے۔ کتاب الصیام میں اس حدیث کے لانے کی توجیہ شاہ بہت عمدہ ہے اور امام بغوی پر نقد اس بنا پر ہے کہ عرب علوم نجوم سے ناواقف تھے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی ایسی چیز کا پابند کس طرح کر سکتے تھے۔

— امام شافعی کا خیال ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو (لخلوف المصائم) اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے لہذا بحالت روزہ اس کی مسواک نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت شاہ نے حضرت امام کے خیال پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگرچہ وہ بد بو اللہ کو محبوب ہے تاہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک کرنے کی حدیث باعث مرضی الہی (مرضاة للرب) اور محبوب ہے یعنی اس بو کا ازالہ بھی محبوب ہے لہذا ان دونوں محبوب چیزوں کا اجتماع ہو گیا اور دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو گئی۔ حضرت شاہ نے امام ابو حنیفہ کے مسلک اور ان کی فقہ الحدیث کی اس طرح تائید کی ہے اور اسی کو امام بخاری کا مسلک بھی بتایا ہے۔

— کتاب المبیوع کے باب بیع الزانی کی حدیث حضرات ابو ہریرہ وزید بن خالد رضی اللہ عنہما میں ہے کہ غیر محصنہ باندی (عن الامة اذازنت ولم تحصن) کے سزا کے بارے میں سوال کیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

امام خطابی نے اس حدیث میں احسان کے ذکر کو بہت ہی غریب مشکل کہا ہے۔ حضرت شاہ نے نقد و استدراک کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محضہ باندیوں کی سزا کا ذکر آیت قرآنی: "فاذا حصن فان اتین بفا حشة فعليهن نصف ما على المحصنات" میں کیا گیا ہے اور غیر محضہ کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ اس میں احسان کا ذکر احتراز کے لیے نہیں ہے جیسے نماز قصر سفر میں خوف شرط احترازی نہیں ہے۔ حضرت شاہ نے احکام کے اثبات کے لیے قرآن و حدیث کو یکساں درجہ دینے کے علاوہ اپنے جواب میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام و اوامر کو خاص حدیث کے لیے بھی چھوڑا تھا۔

— عام شارحین اور حضرت امام مالک پر نقد حضرت شاہ کا ذکر ایک خاص مسئلہ پر آئے گا۔ جو حضرت امام بخاری اور امام محمد بن اسحاق کی روایات کی توثیق و تائید کا نادر باب ہے اور اس میں حضرت شاہ نے ایک نئی جہت حدیث اضافہ فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات پر حضرات شارحین و محدثین کے اضطراب، حیرت زدگی اور مشکل کا ذکر کیا ہے۔ جن کا حوالہ ان حواشی میں ملتا ہے اور ان میں سے بعض کا ذکر ہماری بحث میں بھی آیا ہے۔

— حضرت امام زہریؒ پر حضرت شاہ کا نقد و استدراک متعدّد کی حرمت کے ذیل میں ملتا ہے کہ امام زہریؒ نے اپنے وہم کے سبب اس کی حرمت غزوہ خیبر میں بیان کر دی جبکہ دوسرے طرق حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ متعدّد کو غزوہ او طاس ۸ھ میں حرام قرار دیا گیا تھا۔ غزوہ خیبر میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی حرمت بیان کی گئی تھی۔ لہذا حدیث کی اصل عبارت یہ ہونی چاہیے: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء، و عن اكل لحوم الحمر الانسية يوم خيبر" یہاں یوم خیبر کا تعلق صرف اکل سے ہے۔ حضرت شاہ کی یہ توجیہ اور حضرت امام زہریؒ پر وہم کا الزام دل لگتی بات نہیں ہے۔ اس پر نقد بعد میں آتا ہے۔

امام بخاری پر نقد حضرت شاہ کا باب کافی وسیع بھی ہے اور انتہائی اہم بھی ہے۔

اس کی بعض مثالیں اوپر اختلاف نسخ اور نقدِ رواۃ وغیرہ کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے استدراکات حضرت شاہ یہ ہیں:

— امام بخاریؒ پر تعجب کا اظہار اور نقد و استدراک کا بیان رمضان کے روزوں کی قضا کے باب میں کیا ہے۔ حضرت امامؒ نے اپنے ترجمۃ الباب میں حضرات ابن عباسؓ سعید بن المسیبؓ، ابراہیمؓ، ابو ہریرہؓ اور پھر ابن عباسؓ کے حوالے سے آخر میں لکھا ہے کہ قضاء رمضان کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اطعام (کھانا کھلانے) کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف دوسرے دنوں کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ متعدد تابعین کے علاوہ امامان فقہ مالک و شافعی کا قول ہے کہ صاحب استطاعت ایک مسکین کا فد یہ طعام دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے آیت کریمہ: "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" سے استنباط کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس پر خوب غور کرنے کا مشورہ بھی دیا ہے: "فتامل حق التامل"۔

— حضرت شاہؒ کے مذکورہ بالا نسخ کی جلد سوم ورق: ۸۰، "باب تسمیۃ من سعى من اهل البدن رفی الجامع، میں (۴۵) بدری صحابہ کے نام گنائے گئے ہیں۔ ان میں سے جو چولیسواں نام حضرت عقبہ بن مسعود الہذلیؓ کا ہے۔ حضرت شاہؒ نے ان کے نام کا ذکر یہاں غلط بتایا ہے کہ وہ بدری نہ تھے۔ حضرت شاہؒ نے یہ نقد امام بخاریؒ کی فہرست صحابہ کے حوالے سے کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ ان کا ذکر کہیں نہیں ملا بلکہ تمام معازی نویسوں نے ان کو بدریوں میں شمار نہیں کیا۔ نسفی کی روایت بخاری میں ان کا نام ساقط ہے اور اسماعیلی نے بھی ان کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ابو نعیم نے اپنے مستخرج میں کیا ہے۔ اور یہی معتد قابل اعتماد بات ہے۔ حافظ موصوف نے آخر میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ امام بخاریؒ نے صرف چوالیس بدری صحابہ کی فہرست بتائی ہے۔ لیکن وہ کامل و جامع نہیں ہے۔ ابن اسحاق، ضیاء الدین مقدسی اور ابن سید الناس وغیرہ نے قبائل کے مطابق تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست دی ہے۔ (فتح الباری ۱/۷۷-۷۸-۷۹-۸۰)

وماہد، بحث شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی امام بخاری سے زیادہ کسی راوی کی ہے! اس طرح وہ اختلاف نسخ کا حامل قرار پاتا ہے۔ حضرت شاہ کے نسخہ بخاری میں ترمیہ صحابہ بھی مختلف ہے۔ جدید ترین طباعت میں حضرت شبہ بن مسعود ذلی کا نمبر چالیسواں نہیں بلکہ پانچسواں ہے۔ پوری ترمیہ صحابہ مختلف ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور اختلاف بھی ہے۔ حضرت شاہ کے نسخہ میں چھٹا میں اسماء گرامی ہیں اور فہرست فتح الباری/بخاری میں صرف چوالیس ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔

غالباً اس باب میں حضرت حافظ ابن حجر اور دوسرے نسخہ بخاری کے بیان کرنے والوں دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ فتح الباری میں چوالیس نہیں چھیالیس اسماء گرامی ہیں۔ حضرت حافظ نے ”ظہیر بن رافع الانصاری و اخوه“ کو ایک شمار کیا ہے۔ اور اسی طرح ”معوذ بن عفراء و اخوه“ کو ایک شمار کیا ہے جبکہ دونوں جگہ وہ دو دو ہیں۔ اس طرح کل تعداد بدری صحابہ اس جامع بخاری میں چھیالیس بن جاتی ہے لہذا حضرت حافظ کا یہ بیان ”قلت: فحمله من ذكر من اهل بدر هنا اربعة واربعون رجلا“ غلط ہے۔

اسی طرح نسخہ شاہ میں بھی چھیالیس اسماء گرامی ہیں۔ گننے والے نے حضرت ظہیر بن رافع انصاری کے بھائی (واخوه) کا نمبر تو الگ شمار کیا مگر حضرت معوذ بن عفراء کے بھائی (واخوه) کو الگ شمار نہیں کیا۔ ایک اور غلطی یہ درآئی کہ اس فہرست میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ذلی کا نمبر شمارہ گیا۔ اس لیے وہ صرف ۳۵ نام بن سکے۔ حالانکہ اس فہرست میں بھی کل چھیالیس نام ہیں۔ اس قسم کے تسامحات کا باب بہت وسیع ہے اور امام بخاری بھی اس سے محفوظ نہیں۔

امام بخاری پر دوسرے متعدد استدراکات حضرت شاہ ملتے ہیں جو کتاب حجت وغیرہ میں ہیں۔ حواشی بخاری میں قلت کلام یا انتخاب حاشیہ کے سبب تنقیدات ذرا کم ہیں۔ لیکن ان میں طرق الحدیث اور دوسری کتب حدیث سے دوسرا نقطہ نظر پیش کرنے کے واقعہ کو شامل کر لیا جائے تو تنقیدات حضرت شاہ کی تعداد یہاں بھی کافی ہو جاتی ہے۔ بہر حال

اصل مسئلہ تعداد کی قلت و کثرت کا نہیں۔ صرف نقد شاہ کی واقعیت کا ہے کہ اس کی زد سے امام بخاری بھی محفوظ نہیں ہیں۔

امام بخاری اور امام ابن اسحاق کی تائید کی جہت:

حدیث و سیرت دونوں کا تعلق لازم و ملزوم یا تو اُم علوم کا ہے۔ ابتدا میں سیرت نبوی حدیث ہی کا ایک جز تھی۔ لیکن فنی اختصاص کے ساتھ ساتھ دونوں کا ارتقاء ہوتا رہا تو دونوں کے مخصوص دائرے ضرور بن گئے تاہم ان کا باہمی ارتباط کبھی نہ ٹوٹا۔ سیرت نگاری کے فن میں جن اہل علم نے حدیث سے ناطہ توڑا ان کے ہاں جھول آ گیا اور صرف حدیثی مواد پر انحصار کرنے والوں کے ہاں فنی خلا اور معلوماتی فقدان در آیا۔ حدیث کی آیات میں روایتی و درایتی معیار بلاشبہ سخت اور بلند تر رہا کہ اس سے دینی عقیدہ و عمل وابستہ ہے مگر محققین سیرت نگاروں نے بھی روایت و درایت کا ایک بلند اور تنقیدی معیار قائم کیا جس میں صحت و علم دونوں ہیں۔ متعدد اہل حدیث اور اہل سیرت نے بالخصوص اول الذکر نے تمام مواد سیرت کو دریا برد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ہنگامہ برپا کر دیا محض اس بنا پر کہ مواد سیرت میں معیار نقد حدیث کی طرح بلند نہیں لیکن وہ محققین سیرت کا معیار نقد و اصول اجماع کو بھول گئے حافظ مغلطائی جیسے محققین نے اجماع اہل سیرت کے ساتھ ساتھ صحیح تر روایات سیرت کو نہ صرف قبول کرنے کی بلکہ ترجیح دینے کی بات بجا طور سے کہی ہے۔ خود محدثین کرام نے امامان سیرت عروہ بن زبیر، امام زہری، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ سے۔ اپنی صحاح و جوامع میں استفادہ کیا ہے اور امام بخاری کی کتاب المغازی میں تو ان پر خاصا انحصار ملتا ہے۔ جو ان کی تائید و ثقاہت دونوں کے ثبوت فراہم کرتا ہے۔ خاکسار راقم نے اس موضوع پر کئی مقالات پیش کیے ہیں اور کتابیں لکھی ہیں۔ (دینی حدیث کے متعلقہ مباحث کے علاوہ ملاحظہ ہو: مصادر سیرت نبوی کا مقدمہ: شاہ ولی اللہ دہلوی کا رسالہ سیرت الخ۔ نسلت ۲۰۰۶ کا مقدمہ بالخصوص: حضرت مردان امویٰ اور امام بخاری، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری۔ مارچ ۲۰۰۱ء: سیرت نگاری کا صحیح منہج: مذکورہ بالا، اکتوبر

دسمبر ۲۰۰۹ء: نبوی حدیث قلم اور حضرت ابوحنیفہ ہامی ماسفا علی مدارج ۲۰۰۳ء فیروزہ دیگر مقالات ۱۔

حواشی بخاری کے حوالے سے حضرت شاہ نے ابن اسحاق کی روایات کی تائید بخاری پر ایک ماورعہ لکھا ہے۔ باب قصۃ زمزم و جہل العرب کے بارے میں حضرت شاہ نے لکھا ہے کہ شاہین اور دوسرے اہل علم اس کے مطالب سمجھنے میں بہت سرگرداں ہوئے اور وہ حضرت امام کے باب کا مقصد نہیں سمجھ سکے۔ اس عبدضعیف کو یہ توفیق ملی کہ اس کی توضیح کرے۔ دراصل امام بخاری نے ان قصوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر امام محمد بن اسحاق نے اپنی سیرت میں بہت کلام کہا ہے اور صحیح احادیث سے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں شاہد ملتا ہے جو شرط بخاری کے مطابق ہے۔ مثلاً ابن اسحاق نے یمن کے حمیری خاندان کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کا حدیث صحیح سے شاہد پیش کر دیا جو ذکر موطان پر مشتمل ہے۔ عرب جاہلی کے طغیانیوں اور دوسرے معاہدات کا ذکر ابن اسحاق نے کیا تو بخاری نے دعویٰ جاہلیت کی ممانعت کرنے والی احادیث سے ان کی طرف اشارہ کیا۔ مکہ پر خزانہ کے تسلسل کا ذکر ابن اسحاق نے کیا کہ انہوں نے جرم کو کس طرح نکال کر اپنا قبضہ جمایا تھا تو بخاری نے اس کا مردین لہجی اور سوانب کے قصہ پر مبنی حدیث میں شاہد تلاش کیا۔ ابن اسحاق نے عبدالمطلب کے چاہ زحرم کے کھودنے کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے حضرت ابوذر غفاری کے قول اسلام کی حدیث میں اس کا شاہد ڈھونڈ نکالا جو یہ ثابت کرتا ہے کہ اول بعثت میں زحرم موجود تھا۔ امام دارمی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کی جہالت کے بارے میں ایک شخص کے اپنے فرزند کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کیا تو امام بخاری نے فرمان الہی: ”قد خسر الذین قتلوا اولادہم الخ“ سے اس کا شاہد پیش کیا۔ ابن اسحاق نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب سیدنا اسماعیل علیہ السلام تک بیان کیا اور امام مالک نے اسلام سے لوہر نسب بیان کرنے کو مکروہ قرار دیا تو امام بخاری نے ابن اسحاق کی تائید میں روایات و احادیث بیان کیں اسی طرح ولادت/میلاد نبوی کے ضمن میں ابن اسحاق نے قصہ

خیل (شہسواروں کا قصہ) اور یمن پر جیش کا استیلا بیان کیا تو امام بخاری صرف سجدۂ قیل سے ہی اس کا شاہد لائے اور اسی طرح حبشہ کے ذکر میں حدیث یا "بسی ارفندہ" میں شاہد پیش کیا۔ (حواشی، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)

حضرت شاہ نے اس تعلقہ / حاشیہ میں حدیث و سیرت کے باہمی ارتباط کا ایک سنہری اصول پیش کیا ہے۔ جو امام سیرت ابن اسحاق کی تائید امام بخاری سے بھی بلند تر چیز ہے۔ حالانکہ امام سیرت کی روایات کی حدیثی تائید شواہد کی شکل میں پیش کرنا اور وہ بھی حضرت امام بخاری جیسے عظیم المرتبت محدث کے ہاتھوں بجائے خود ایک سند ہے۔ حضرت شاہ نے اس حاشیہ میں اپنی حدیث و سیرت کی عبقریت کا بھی ثبوت فراہم کیا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں میں باہمی ارتباط کے علاوہ باہمی تائید و توثیق بھی ملتی ہے۔ اب اختلافات کی بات یہ ہے کہ حدیث و سیرت کی بعض روایات و احادیث میں جو ملتے ہیں تو وہ صرف حدیث کی روایات میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جزوی اختلافات کی بنا پر کل مواد سیرت کو نظر انداز کرنا جرم ہے۔ (خاکسار راقم کا مقالہ ملاحظہ ہو: محدثین کرام کی توقیت غزوات کا ایک تجزیہ، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء، نیز شبلی نعمانی، مقدمہ سیرت النبی قول، مسعود احمد صحیح تاریخ الاسلام و المسلمین کا مقدمہ اور اس پر خاکسار کا استدراک)۔

حضرت شاہ پر نقد و استدراک:

نقد و استدراک سے کوئی بشری کاوش محفوظ ہے اور نہ کوئی شخصیت خواہ وہ کتنی عظیم المرتبت ہو۔ حضرت امام بخاری اور دوسرے امامان حدیث نے متعدد پر نقد و استدراک کیا اور حضرت شاہ نے اپنے جلیل القدر پیروؤں پر، لہذا خود حضرت شاہ اس سے یا اس کی زد سے کیونکر محفوظ و مامون رہ سکتے ہیں لہذا ان پر ان کے چھوٹوں نے بھی نقد کیا۔ یہ "چھوٹا منہ بڑی بات" کا معاملہ نہیں ہے بلکہ علمی اور دینی روایت ہے جو حضرات صحابہ کے باہمی استدراک سے آج تک چلی آرہی ہے۔ حضرت شاہ کے ان حواشی کے حوالے سے بعض

تعمیدی و استدرا کی معروضات اہل علم کے لیے پیش ہیں:

— سفر کے دوران نماز قصر کرنے کے باب میں حضرت شاہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کے بعض اسفار میں قصر کرنے اور بعض میں نہ کرنے کی بات کہی ہے۔ لیکن ابن کی تفسیر نہیں کی، نہ اس کا استدلال پیش کیا۔ یہ کہنا کافی نہیں کہ رخصت کا ترک کرنا جائز ہے اور پھر وہ حدیث مکہ مکرمہ میں دوران حج قصر کرنے سے متعلق ہے جبکہ حضرت عثمان و عائشہ اتمام کرتے تھے کہ ان کا گروہاں تھا۔ (حواشی بخاری: ۳۰-۳۱، فتح الباری، متعلقہ کتاب و باب)

— حج بدل کرنے کی روایت میں عورت ساہل تھی کہ مرد، حضرت شاہ نے مشہور کا سہارا لیا ہے جبکہ وہ دو مختلف واقعات تھے۔ جیسا کہ ایسی متنوع روایات و احادیث کے بارے میں ناقدین حدیث کا اصولی موقف ہے۔ خود حضرت شاہ اس کے قائل ہیں۔

— نسخ آیات قرآنی کے باب میں حضرت شاہ کا موقف واضح ہے کہ وہ نسخ کے قائل نہیں مگر پانچ آیات کا نسخ ماننا ان کی مصلحت جینی پر مبنی ہے۔ ویسے اس حاشیہ میں نسخ کا حوالہ نہیں ہے۔ الفوز الکبیر میں نسخ پر بحث شاہ ملاحظہ ہو۔

— غزوہ خیبر میں حرمتِ حود کا حکم نبوی تسلیم کیا گیا ہے اور غزوہ اوطاس میں بھی۔ تاویل یہ کی گئی ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد اس کی بوجہ اجازت دے دی گئی تھی جو غزوہ اوطاس میں حتی طور سے منسوخ کر دی گئی۔ اس کی ایک اور توجیہ کی جاسکتی ہے کہ اس کی حرمت کا اعلان و اظہار و دو مواقع پر کیا گیا جس طرح ربا و شراب وغیرہ کی حرمت کا اعلان بار بار کیا گیا۔ (خاکسار راقم کی کتاب: مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء میں اصولی بحث ملاحظہ ہو نیز فتح الباری وغیرہ کی متعلقہ کتب)۔

— قرآن و حدیث کے سات حروف (سبہ حروف) پر نزول کا نظریہ حضرت شاہ خاصاً مبہم اور گولگو کا شکار ہے۔ موجودہ قرأت کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آخری قرأت پر مبنی و محصور قرار دینے کا خیال خام ہے۔ اس سے صرف ایک قرأت (حرف) کا

خیال آتا ہے جبکہ ساتوں حروف تمام معارضات نبوی میں شامل تھے اور آخری قرأت میں بھی اور حضرت ابو بکر صدیق کا مصحف امام اور حضرت عثمان کے مصحف ان ساتوں پر مبنی ہیں اور آج بھی موجودہ رسم عثمانی میں پائے جاتے ہیں۔ رسم عثمانی کی لازمی قید ان ہی ساتوں حروف پر قرأت کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ (صحاح تاجدار، نزول القرآن علی سبب الحرف، دراسات دہلیہ، ج ۱، ۱۹۹۰-۱۹۹۱ء) کیا مصحف عثمانی صرف ایک قرأت پر مشتمل ہے؟ حدیث نبوی اور ترمذین مصحف عثمانی، السقاہ، دہلی، مارچ اپریل ۲۰۰۵ء، مختلف قرأت کی حدیثیں بھی صفحہ ۵۳۵-۵۳۶۔ حضرت معاویہؓ سے زیادہ خلافت پر حق حسینؓ ہمانے والی روایت شاہ قاضی نقشبندی ہے۔ حضرت شاہ نے حق حسین پر کوئی استدلال نہیں کیا۔ یہ حق خلافت کا تصور ہی غیر اسلامی ہے۔ خلافت پر اسی کا حق ہے جس پر ائمہ اسلامی کا اجماع اور صحابہ کرام کا اتفاق ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول و معارضہ پر بھی فقہ نہیں کیا گیا۔ حالانکہ وہ بھی قابل فقہ ہے اور اس کا اشارہ ام المومنین حضرت حمیدہؓ کے فرمان میں ملتا ہے اور بعد میں موقف ابن عمر میں بھی صرف نص قطعی کسی خاص شخص کی خلافت کے لئے ثابت کرتی ہے، دلالت اخص اور دوسری چیزیں بھی قطعیت نہیں ثابت کر سکتیں کہ وہ قیاس پر مبنی ہوتی ہیں اور قیاس مختلف ہو سکتا ہے اور ہوتا بھی ہے۔

— شام کو خلافت نبوی/اسلامی کی منتقلی پر صحابہؓ شہادت صحیحہ ہے اسلئے اسلامی روایات کے مطابق البتہ دوسری تحریروں میں وہ ملک و خلافت کی بحث میں الجھ کر خطا ملتا کرنے کے مرتکب بن گئے۔ وہ خلافت اسلامی کے ادوار کی تعیین میں حدیثی روایات اور تاریخی شواہد سے زیادہ خاص قسم کے نظریات کی بھول بھلیوں میں جا نکلنے کے سبب مضطرب میں ہیں۔ (مقالہ کتابچہ خاکسار، حضرت شاہ قاضی نقشبندیؓ کا نظریہ اسلام و تمدن، دہلی، ۱۹۹۰ء، صفحہ ۱۰۱-۱۰۲) — خلافت یزید بن معاویہ اموی سے متعلق حدیث بخاری از ابن عمرؓ کے ضمن میں تمام بدری صحابہ کے حضرت معاویہ کے ساتھ نہ ہونے اور حضرت علیؓ کے ساتھ ہونے

کی روایت بلا جواز اور اراج کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں مسئلہ زیر بحث خلافتِ یزید پر بیعت صحابہ کرام بشمول حضرت ابن عمرؓ کا اتفاق ہے نہ کہ حضرات علی و معاویہ کا اختلاف اور ان کے معاونین کی کثرت و قلت یا ان کی عظیم المرتبتی۔ حضرت شاہؒ نے خود اس کے باوجود خلافتِ علی کو غیر منظمہ و غیر مجتمہ قرار دیا ہے جیسا کہ از الة الخفاء میں ہے اور خاکسار نے فلسفہ تاریخ پر اس پر بحث کی ہے۔

حضرت شاہؒ نے بہر حال ان حواشی میں بڑی عمدہ بحثیں کی ہیں اور دقیق نکات اور نادر تشریحات کی ہیں۔ ان عقیدات و استدراکات سے ان کی قدر و قیمت نہیں گھٹتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل معیار کتاب و سنت کی پیروی ہے۔ شخصی عقیدت اور اکابر پرستی کی ناجائز دولت نہیں۔ بقول امام ابوحنیفہؒ صحابہ کرام کے بعد تمام برابر ہیں۔ وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی رجال ہیں۔ اور سب کو معیار کتاب و سنت پر کسنا ہی اصل معیار صحبت و ثقاہت ہے۔

## حرف آخر

مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمن قاسمی مدظلہ العالی نے بڑی محنت و جانفشانی سے ان حواشی بخاری کو جمع کیا ہے۔ حضرت شاہؒ کے حواشی کا تعلق و ارتباط ثابت کرنے کی خاطر مولانا موصوف کو ابواب اور ان کی متعلقہ احادیث کو بیان کرنا پڑا۔ یہ ان کی مجبوری اور حواشی کی فنی و ارتباطی ضرورت تھی۔ اس سے بہر حال تکرار ضرور در آیا لیکن حواشی کو ان کے پس منظر سے کاٹ کر بیان کرنا مشکل تھا اور قاری کے لیے الجھن کا باعث بھی۔ احادیث بخاری کا اردو ترجمہ اور حواشی کا اردو ترجمہ بھی کرنا ضروری تھا۔ مولانا موصوف نے بہت سادہ سلیس زبان میں تمام لطافت و فصاحت کے ساتھ ان حواشی بخاری کو پیش کیا ہے۔ پیش کیا گیا ہے حواشی

کے سامنے احادیث بخاری کا آئینہ رکھ دیا ہے جس میں صورت اصلی نظر آتی ہے۔ مولانا موصوف نے ان حواشی کو جمع و مدون کر کے اہل علم کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا ہے جس میں وہ اپنی صورتیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حواشی حضرت شاہ مدتوں سے موجود تھے اور متعدد اہل علم کے علم میں بھی تھے لیکن کسی کو ان کو جمع کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ خدمت عالی حضرت مولانا سے یعنی مقرر کر دی تھی کہ وہ صاحب خانہ بھی ہیں اور صاحب بصیرت بھی۔ ان سے حضرت شاہ کے علم و فن کی خدمت تو بن آئی ہی ہے اس سے بڑھ کر حدیث و سنت کی خدمت بن گئی ہے۔ جو سعادت دارین کی ضمانت عطا کرتی ہے۔ سعادت دنیا کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ اہل علم مولانا موصوف کے مرہون منت رہیں گے۔

خاکسار راقم سے مقدمہ نگاری کا تقاضا مولانا موصوف نے محض دوستی نبانے کی خاطر کیا تھا اور خاکسار نے بھی اس جذبے سے اس کی تعمیل کر دی۔ اصلاً وہ کسی بڑے صاحب فن کا کام تھا۔ غالباً مولانا موصوف نے خاکسار کی خدمات ولی اللہی سے متاثر ہو کر یا حوصلہ افزائی کے سبب تقاضا فرمایا۔ بہر حال ان کی عنایت سے خون لگا کر خاکسار بھی شہیدوار میں داخل و شامل ہو گیا۔ مقدمہ کے بارے میں صرف یہ عرض کر سکتا ہوں کہ وہ صرف اصل کا ایک تعارف و نمونہ ہے جو حضرت شاہ کے تہجد حدیث اور درک فنی کو اجاگر کرنے کی اک کوشش ہی ہے۔ و ماتو فیقی الاباللہ۔

خادم علم و علماء

محمد یسین مظہر صدیقی

الامین۔ ۶۳۔ احمد نگر علی گڑھ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء

## خدا بخش لاہوری کا نسخہ بخاری شریف — خصوصیت و اہمیت

خدا بخش لاہوری پٹنہ میں صحیح بخاری شریف کا ایک نہایت اہم قلمی نسخہ محفوظ ہے جس کا اینڈلسٹ نمبر 442AB اور 443AB اور کیٹلاگ نمبر 133 اور 134 ہے۔ اس نسخے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کئی اہم اور یادگار تحریریں ملتی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ امام بخاری کو الامام الحجہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے تھے۔ ان کی جامع صحیح کو غیر معمولی مقام دیتے اور صحاح ستہ میں سب سے زیادہ معتبر و مستند سمجھتے تھے۔ اس کی روایات و رواۃ کو صحیح جانتے اور ان سے استدلال کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ اہم نسخہ مغل بادشاہ شاہ عالم کے دربار میں پہنچا تو وہ نہایت متاثر ہوا اور اس نے اس متبرک نسخے کو مزید زینت بخشے اور مکمل طور پر محفوظ رکھنے کی خاطر اس پر اعراب لگانے اور مزید نظر ثانی کا حکم صادر فرمایا۔ اس لحاظ سے اس نسخے کی علمی و تاریخی قدر و منزلت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آئیے اس اہم قلمی نسخے کا تفصیل سے مطالعہ کریں اور حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث اور خاص طور پر بخاری شریف سے ان کی خصوصی دلچسپی کا جائزہ لیں۔

صحیح نسخہ: جب ہم خدا بخش کے اس نسخے کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت شاہ صاحب کا پڑھایا ہوا نسخہ ہے اور انہیں کی موجودگی اور نگرانی میں اس کی کئی بار تصحیح ہوئی ہے۔ یہ بات ہمیں اس کے ترقیے کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے جو چوتھی جلد کے ورق ۳۷۵ الف پر درج ہے۔ اس کے کاتب حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ محمد بن عبد محمد الہ آبادی ہیں جنہوں نے ۶ شعبان المعظم

۱۱۵۹ھ میں اس کی کتاب کھل کی اور خود اس نسخے کو اپنے استاد محترم سے پڑھ کر اجازت حدیث حاصل کی اور انہیں کی خدمت میں بیٹھ کر کئی بار اس کی تصحیح کی۔ ترقیمہ کی مہارت

ملاحظہ ہو؟

”تم الكتاب الجامع للامام الحافظ مقتداى اهل  
الحدیث ابى عبد الله محمد بن اسمعيل بن  
ابراهيم بن المغيرة الجعفى البخارى فى المسجد  
الجامع الفيروزي على ساحل نهر العيون فى  
محروسة الدهلى يوم الاربعاء سادس شعبان  
المعظم فى سنة ۱۱۵۹ھ التاسع و خمسين بعد  
مائة و الف من الهجرة النبوية على صاحبها الف  
الف الصلوة و التحية بيد احقر العباد شيخ محمد  
بن شيخ پير محمد بن شيخ ابو الفتح العمرى  
البلكرامى ثم الاله آبادى مع قراته من الاول الى  
الآخر و تصحيحه مرة بعد اخرى فى خدمة قدوة  
علماء الزمان واسوة اولياء الاوان المتصف  
بالشيخ فى قومه كالنبي فى امته والمنعوت  
باولئك الذين هداهم الله فبهدهم اقتده صاحب  
الخلق المحمدى والفيض السمرمدى الشيخ ولى  
الله العمرى لازل ظلال نواله علينا ظليلا  
وسبحات افضاله فينا سيلا و صلى الله على  
محمد الذى ختم به الرسالة و على خلفائه

الراشدین و سالر الصحابة و التابعین و شیوخ

المحدثین و الحمد لله رب العالمین۔

اس کی کتابت کرنے اور شاہ صاحب سے پڑھنے کے دوسرے ثبوت کے سلسلے میں شیخ  
محمد بن شیخ محمد الہ آبادی کی حریر و جگہ ایسی تحریریں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں  
نے اس نسخے کو خود لکھا اور پھر شاہ صاحب سے اس کو پڑھا ہے۔ وہ تحریریں یہ ہیں:  
(۱) ۱۷۱۔ بخاری نے حضرت موسیٰ کے تعلق درج ذیل آیات ایک باب کے تحت  
نقل کی ہیں اور باب اس طرح باء جا ہے۔

باب قول اللہ عزوجل واذکرفی الکتاب موسیٰ

انہ کان مخلصاً الی قوله نجیا۔

شیخ محمد الہ آبادی نے قطب باب کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے:

لفظ الباب لیس فی نسخة ابی ذر لکن قرأت عن

الشیخ لہنا کتب (جلد ۲ ورق ۳۱۹ الف) یعنی قطب باب ابو ذر کے

قلم سے لکھا گیا ہے لیکن میں نے شیخ سے اسی طرح پڑھا اس لیے لکھ دیا۔

(۲) اس کے بعد ایک دوسرا باب ملتا ہے جو حضرت موسیٰ ہی کے تعلق ہے۔ وہ

یہ ہے باب قوله الہ عزوجل ۔ وھل اتاک حدیث موسیٰ اذرای ناراً الی

قوله بالواد المقلس الطوی۔

شیخ محمد الہ آبادی نے اس کے حاشیہ میں قطب باب کے ذیل میں لکھا ہے۔ لیس

فی نسخة ابی ذر و لکن قرأت عن الشیخ (جلد ۲ ورق ۳۱۹ الف) یعنی ابو ذر

کے نسخے میں قطب باب نہیں ہے لیکن میں نے شیخ سے اسی طرح پڑھا۔

تعداد قرأت: حضرت شاہ صاحب نے اس نسخے کا پہلا حصہ ۱۷۸ مجلس میں

پڑھایا جس کا ثبوت یہ ہے کہ دوسری جلد کے آخر میں شیخ محمد الہ آبادی کے قلم سے لکھا ہے تم

النصف الاوّل من صحیح البخاری یعنی صحیح بخاری کا نصف اوّل ختم ہو گیا۔ پھر اس کے نیچے درج ذیل عبارت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۷۸ نشستوں (مجالس) میں اس حصہ کو پڑھا۔ عبارت یہ ہے۔ قرأت فی ۷۸ مجالس۔

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کتابت کب شروع ہوئی اور حضرت شاہ صاحب کتنے دنوں تک اس کی تدریس و صحیح میں مصروف رہے۔ اس کا جواب ہمیں پہلی جلد کے ایک حاشیہ کے سال کتابت سے ملتا ہے، جو شیخ محمد بن بصر محمد بنی کا لکھا ہوا ہے اور جس کے آخر میں اس کا سال کتابت ۱۱۵۷ اور ج ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلی جلد کی کتابت دو سال قبل ہو چکی تھی اور حضرت شاہ صاحب نے اسی وقت سے اس کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ اور جیسے جیسے بقیہ جلدوں کی کتابت ہوتی گئی آپ انہیں پڑھاتے چلے گئے اور ان کی عبارتوں کی تصحیح فرماتے رہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی محترم استاد کا پڑھایا ہوا نسخہ خود معتبر ہو جاتا ہے اور اس کی علمی و تحقیقی قدر و قیمت کافی بڑھ جاتی ہے، چہ جائیکہ وہ صحیح شدہ نسخہ ہو تو اس کے علمی و تحقیقی مقام و مرتبہ کا کیا کہنا۔ اس روشنی میں جب ہم مذکورہ نسخے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ مستند ترین نسخہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب صحیح بخاری کو اہم ترین کتاب حدیث سمجھتے تھے جیسی کہ مسلسل دو سال تک اس کی تدریس و صحیح میں مشغول رہے، اور بڑے اہتمام اور انتہائی ذوق و شوق سے یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

شاہ عالم کا حکم اعراب: اس نسخے کی دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ یہ نسخہ شاہ عالم بادشاہ (۱۱۷۳-۱۲۲۱ھ) کی نظر سے گزر چکا ہے۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس سے درس دیا ہے اور اپنی موجودگی و مگرانی میں اس کی تصحیح فرمائی ہے تو اس سے وہ بے حد متاثر ہوا اور حضرت شاہ صاحب کی خدمت حدیث کو زیادہ مستحکم اور صحت مند بنانے کی خاطر اس نے اس کی تمام عبارتوں پر اعراب لگانے اور مزید نظر ثانی کا

حکم صادر کیا۔ تاکہ مستقبل کے طلباء حدیث، صحت کتابت اور صحت اعراب کے لحاظ سے اس کو معیاری اور مستند ترین نسخہ سمجھیں، اور اختلاف نسخ کی صورت میں اس کی طرف رجوع کر سکیں۔ یہ تاریخی بات ہمیں چوتھی جلد کے آخری ورق (۳۷۵ الف) کے حاشیہ ذیلی عبارت سے معلوم ہوتی ہے۔ جو یہ ہے:

”بمحلہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ و اعراب صحیح بخاری بحکم اقدس حضرت شاہ عالم بادشاہ  
 غلہ اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علیٰ الغلیمین برہ و احسانہ در سنہ یک ہزار و یک  
 صد و ہشتاد و چہار ہجری۔ فقیر محمد ناصح غنی اللہ از اول کتاب تا آخر از نسخ  
 مصححہ با تمام رسانید۔“

اس تحریر کے کاتب شیخ محمد ناصح ہیں۔ جنہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ اعراب صحیح  
 ثانی کا کام شاہ عالم بادشاہ کے حکم سے ۲۲ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ میں انجام پایا۔ جو دوسرے  
 صحیح شدہ نسخے کی مدد سے کیا گیا۔

اجازت نامہ: اس نسخے کی تیسری اہم خوبی یہ ہے کہ ختم بخاری کے بعد ایک  
 اجازت نامہ ملتا ہے جو حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ ورق ۳۷۵ ب  
 تا ورق ۳۷۹ الف (چار اوراق) پر مشتمل ہے۔ یہ ایک تفصیلی اجازت نامہ ہے جو حضرت  
 شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے شاگرد اور اس نسخے کے کاتب شیخ محمد بن شیخ پیر محمد  
 الہ آبادی کو عنایت کیا ہے۔ یہ ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ کو لکھا گیا ہے۔ یہ اجازت نامہ کئی لحاظ سے  
 ہمارے لیے نہایت قیمتی ہے۔ ایک تو یہ کہ بخاری شریف کے کچھ حصہ (کتاب المواعیت اور  
 کتاب المہبہ کے کچھ اجزا) کو چھوڑ کر بقیہ پوری کتاب حضرت شاہ صاحب نے پڑھائی اور  
 اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ دوسرے یہ کہ بخاری شریف اور صحاح ستہ کے علاوہ بقیہ  
 کتابیں مسند درامی، مشکوٰۃ اور موطا امام مالک کے کچھ اجزا بھی پڑھائے ہیں اور ان کے  
 پڑھانے کی اجازت دی ہے۔ تیسری بات یہ کہ حضرت شاہ صاحب نے مکہ معظمہ اور مدینہ

منورہ کے جن اساتذہ حدیث سے احادیث پر مبنی تھیں ان کے نام اس اجازت نامے میں درج کر دیئے ہیں اور یہ سلسلہ امام بخاری تک پہنچا دیا ہے، جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں جو سلسلہ حدیث حضرت شاہ صاحب سے شروع ہوتا ہے وہ عہدِ مہدِ سکاہ پر مبنی ہوتا ہے اور یہ تاریخی لحاظ سے نہایت اہم بات ہے۔ چوتھی اہم بات یہ ہے کہ اس اجازت نامہ میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے بارے میں ”الاصوفی طریقتہ الحنفی عملاً الحنفی والشافعی تدریساً“ لکھا ہے۔ جس سے بقول شاہ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقتہ صوفی، مسلکاً حنفی اور مدرساً حنفی و شافعی تھے۔ پانچویں اہم بات یہ ہے کہ اسی اجازت نامہ میں انھوں نے امام بخاری کو الامام الحجہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ اب آپ حضرت شاہ صاحب کی اصل تحریر ملاحظہ کیجئے:

اما بعد فان اخانا فی اللہ عزوجل الفاضل الصالح  
 الشیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابی  
 الفتح العمری نسباً البلکرامی اصلاً والالہ آبادی  
 مولداً ومنشأً، قرأ علی الجامع الصاحب المسند  
 تصنیف الامام الحجۃ امیر المؤمنین فی الحدیث  
 ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری رحمہ اللہ  
 علیہ جمیعہ الافوتا وهو من کتاب المواقیت الی  
 باب کیف یقبض العبد والمتاع من کتاب الہبۃ  
 فانه سمع علی بقراءۃ خواجه محمد امین وقرأ علی  
 ایضاً اطرافاً من سائر الکتب الستۃ و من مؤطا  
 الامام مالک بن انس و من مسند الحافظ ابی  
 محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدلمی و من

مشکوٰۃ المصابیح فاجزت له ان یروی عنی هذه  
 الکتاب کلها و کذاک اجزت له ان یروی عنی  
 کل ما صح عنده انه من مرویاتى بشرط الروایة  
 المعتبرة عند اهل هذا الشأن.....

یہ اجازت نامہ طویل ہے اس لیے درمیان کی عبارتوں کو حذف کیا جاتا ہے  
 اس کا صرف آخری حصہ پیش کیا جاتا ہے جو نہایت اہم اور قابل ذکر ہے۔  
 اس حصہ میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے آپ کو خلی لکھا ہے۔ وہ یہ ہے:  
 قال ذاك بلسانه و كتبه بيده الفقير الى رحمة الله  
 الكريم الودود ولى الله احمد بن عبدالرحيم بن  
 وجيه الدين بن معظم بن منصور بن احمد بن  
 محمود عفى الله عنه وعنهم اجمعين والحقه و  
 اياهم باسلافه الصالحين العمري نسباً الدهلوى  
 وطننا الاشعري عقيدة والصوفى طريقة الحنفى  
 عملاً والحنفى والشافعى تدرىسا خادم التفسير  
 والحديث والفقہ والعربية والكلام۔ وله فى كل  
 ذاك تصانيف۔ الحمد لله اولاً و آخر ا و ظاهراً  
 و باطناً ذى الجلال والاكرام۔ كان ذلك ليوم  
 الثلاثاء الثالث والعشرين من الشوال سنة ١١٥٩ هـ۔

دوسرا اجازت نامہ: مذکورہ اجازت نامہ کے بعد احادیث مسلسلات کا ایک  
 مجموعہ نقل کیا گیا ہے جو الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبى  
 الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہے۔ یہ ورق ۲۸۶ ب ۴۰۴

الف (۱۸ اوراق) پر مشتمل ہے اور یہ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تالیف ہے اس کے کاتب وعی شیخ محمد بن پیر محمد ہیں جنہوں نے پورا نسخہ بخاری نقل کیا ہے۔ ختم بخاری کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اس مجموعہ احادیث مسلسلات کا بھی درس دیا ہے اور پھر اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ یہ اجازت نامہ بھی ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو یہ ہے:

الحمد لله قد قرأ علی هذه الرسالة كلها صاحب  
النسخة اخونا الصالح الشيخ محمد احسن الله  
تعالی واصلح حاله فاجزت له روايتها عنی علی ان  
فيها بعض شئى من الخلل فى ضبط الاسماء  
لا سيما فى اسماء المغاربة لم تنفرغ لتصحيحها  
ساعتنا هذه، عسى ان يتيسر لنا ذلك فى الزمان  
المستقبل۔ كتب هذه السطور مؤلفها الفقير ولى  
الله عفى الله عنه فى اوائل محرم سنة ۱۱۶۰ آخر  
ساعة من يوم الجمعة والحمد لله اولاً و آخراً و  
ظاهراً و باطناً۔

یہ مجموعہ احادیث مسلسلات گرچہ مطبع اختر ہند سہارنپور سے بہت قبل چھپ گیا ہے، لیکن قدیم ترین قلمی نسخہ ہونے کی وجہ سے اس اجازت نامے کی افادیت و اہمیت مسلم ہے۔ اس ترقیم سے واضح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ختم بخاری کے تین ماہ کے بعد نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کی اجازت علیحدہ سے دی گئی ہے۔

تحقیقات احادیث بخاری شریف: مذکورہ خوبیوں کے علاوہ اس نسخے کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ اس میں تقریباً دو سو سے زائد حواشی ملتے ہیں۔ جو اکابر علمائے

حدیث کے حوالے سے ہیں لیکن صرف حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات پھتر ہیں جن میں احادیث، رجال، الفاظ حدیث اور اعراب حدیث کے سلسلے میں اہم تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔ ان حواشی میں بعض الفاظ حدیث کی لغوی تشریح کی گئی ہے۔ کہیں الفاظ حدیث کی وضاحت کی گئی ہے، کہیں الفاظ کے صحیح اعراب بتائے گئے ہیں، کہیں رواۃ کے اختلاف بیان کیے گئے ہیں اور صحیح راوی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہیں اختلافی احادیث کے ذیل میں فقہاء اسلام کے مسالک تحریر کیے گئے ہیں۔ بعض حواشی مختصر ہیں بعض طویل ہیں، زیادہ تر عربی زبان میں ہیں لیکن دو ایک فارسی زبان میں ہیں۔ یہ تمام حواشی شیخ محمد بن پیر محمد الہ آبادی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کے دوران درس یا اس کے بعد لکھے ہیں۔ کہیں کہیں لکھا ہے اور اس کے اوپر کچھ تحقیقات پیش کی گئی ہیں، جو بلا شبہ شیخ محمد کی تحقیقات کہی جائیں گی۔ ان تمام حواشی کے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ کے نام بڑے احترام کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً کہیں ”من فوائد الشیخ المحدث دام فضله و ظلہ علینا“ لکھا ہے تو کہیں ”من الشیخ المحدث ولی اللہ سلمہ اللہ“ تحریر کیا ہے۔ کہیں ”شیخ المحدثین سلمہ اللہ“ ہے تو کہیں ”شیخ المحدث سلمہ اللہ۔ یہ حواشی اس نسخے کے چاروں جلدوں میں جا بجا لکھے ہوئے ہیں۔ ان اوراق کے بعد اطراف حدیث کا حصہ شروع ہوتا ہے جو ۳۷۹ ب ۳۸۵ ب (سات اوراق) پر مشتمل ہے۔ اس کے کاتب شیخ محمد بن پیر محمد ہی ہیں۔ یہ حصہ بھی افادات شاہ ولی اللہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں ایک جگہ صراحت کے ساتھ ”سمعت عن الشیخ المحدث“ لکھا ہے۔ اس حصے میں صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند دارمی اور مؤطا امام مالک کی مختلف احادیث ڈیڑھ دو اوراق میں نقل کی گئی ہیں اور جا بجا شاہ صاحب کی تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نسخے میں رسالہ احادیث مسلسلات نقل کیا گیا ہے جس کے ذیل میں پانچ مقامات پر تحقیقی حواشی ملتے ہیں جو حضرت شاہ صاحب کے

نام کی صراحت کے ساتھ ہیں۔

یہ تمام تحقیقات علم و فن کے لحاظ سے نہایت اہم اور قیمتی ہیں اور طالبانِ حدیث کے لیے نادر معلومات کا درجہ رکھتی ہیں، جو صحیح بخاری کی مرویات اور رواۃ سے متعلق ہیں۔ ان حواشی کے مطالعہ سے حضرت شاہ صاحب کی فکری گیرائی، احادیثِ نبوی سے غیر معمولی وابستگی، اور صحیح بخاری سے بھرپور دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ فنِ حدیث میں ان کے اعلیٰ تنقیدی شعور کا سراغ ملتا ہے۔ اکثر مقامات پر ان کی مجتہدانہ شان نظر آتی ہے۔ اس کتاب کے اگلے صفحات میں یہی تحقیقات پیش کی جا رہی ہیں۔

—

## فہرست ابواب جن کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیقات ملتی ہیں

### صحیح البخاری جلد اوّل HL. No. 442A

- ۴۷ -۱- باب کیف كان بدأ الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
- ۵۰ -۲- كتاب الايمان
- ۵۳ -۳- كتاب اثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم
- ۵۵ -۴- باب الوضوء من النوم
- ۵۷ -۵- باب ما جاء في غسل البول
- ۵۹ -۶- باب غسل الدم
- ۶۰ -۷- باب من بدأ بالحلاب او الطيب عند الغسل
- ۶۲ -۸- كتاب التيمم
- ۶۷ -۹- باب اذا دخل بيتا صلى حيث شاء او حيث امر ولا يتجسس
- ۲۳ -۱۰- باب ايجاب التكبير و افتتاح الصلوة
- ۶۹ -۱۱- باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة
- ۷۳ -۱۲- باب تقصر اذا خرج من موضعه
- ۷۴ -۱۳- باب من تحدث بعد الركعتين ولم يضطجع
- ۷۶ -۱۴- باب صلوة النوافل جماعة ذكره انس و عائشة عن النبي صلعم
- ۷۷ -۱۵- باب ما يكره من النباحة على الميت
- ۸۲ -۱۶- باب من احب الدفن في الارض المقدسة او نحوها
- ۸۵ -۱۷- باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي
- ۸۷ -۱۸- باب ما قيل في اولاد المشركين
- ۹۱ -۱۹- باب ما ادى زكوته فليس بكنز لقول النبي صلى الله عليه وسلم  
ليس فيما دون خمس اواق صدقة

- ٩٦ - ٢٥- باب صدقة الصحيح الصحيح لقول الله عزو جل يا ايها الذين آمنوا انفقوا مما رزقناكم
- ٩٨ - ٢٦- باب ليس فى مادون خمسة او سق صدقة
- ١٠٥ - ٢٢- باب قول الله عزو جل وتزودا فان خير الزاد التقوى
- ١٥١ - ٢٣- باب الوقوف بعرفة
- ١٥٢ - ٢٤- باب من اشترى هدية من الطريق وقلدها
- ١٥٣ - ٢٥- باب يفعل بالعمرة مايفعل بالحج
- ١٥٤ - ٢٦- باب من قال ليس على المحصر بدل
- ١٥٨ - ٢٤- باب حج للمرأة عن الرجل
- ١١٥ - ٢٨- باب اجود ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يكون فى رمضان
- ١١٢ - ٢٩- باب قول النبي لانكسب ولا نحسب
- ١١٥ - ٣٥- باب السواك الرطب و الياض للصائم
- ١١٤ - ٣١- باب متى يقضى قضاء رمضان
- ١٢٥ - ٣٢- باب ما يدكر من صوم النبي صلى الله عليه وسلم وانطاره

### صحيح البخارى جلد دوم HL. No. 442B

- ١٢٢ - ٣٣- باب شراء الابل نهيم لوالا جر بانها تم لمختلف لنقص فى كل شئ
- ١٢٥ - ٣٣- دوسرى تحقيق
- ١٢٦ - ٣٥- باب التجارة فى ما يكره لبسه للرجال والنساء
- ١٢٨ - ٣٦- باب اذا اشترى متاعاً لوداية فوضعه غنل باع لومات قبل ان يقبض
- ١٣٥ - ٣٤- باب بيع الزانى وقال شريح ان شاء مرد من الزنا
- ١٣٢ - ٣٨- باب النهى عن تلقى الركبان و بيعه مردود لان صاحبه عاص آثم اذا كان عالماً وهو خلداع فى البيع والخلداع لا يحوز
- ١٣٥ - ٣٩- باب قبض من باع نخل قد ابرت لوارضاً مزروعة لوباجارة

- ١٣٤ - باب بيع العبد والحيوان بالحيوان نسيئة
- ١٣٩ - الخطاء والنسيان في العتاقة والطلاق ونحوه ولاعتاقه الا
- لوجه الله عزو جل
- ١٣٥ - باب اذازكي رجل رجلا كفاء
- ١٣٢ - باب اذا اشترط في المزارعة اذا شئت اجر جنتك
- ١٣٥ - باب اذا وقف او وصى لا قاربه
- ١٣٨ - باب بغلة النبي صلى الله عليه وسلم البيضاء
- ١٥٠ - باب غزو المرأة في البحر
- ١٥٢ - باب السرعة في السير
- ١٥٢ - باب كيف ينذالى اهل العهد
- ١٥٥ - باب يزفون النسلان في المشى
- ١٥٤ - باب حدثنا اسحاق بن نصرنا عبدالرزاق عن معمر عن همام
- ١٦٠ - باب قول الله تعالى ووهبنا لداود و سليمان نعم العبد انه اواب
- ١٦١ - باب حدثنا ابو اليمان اخبرنا شعيب حدثنا ابو الزناد عن عبدالرحمن
- ١٦٢ - باب قصة زمزم وجهل العرب
- ١٦٦ - مناقب ابي بن كعب

### صحیح البخاری جلد سوم HL. No. 443A

- ١٤٠ - باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم على كفار قريش شبيه وعنه الخ
- ١٤١ - باب تسمية من سمي من اهل بدر في الجامع
- ١٤٣ - باب غزوة الخندق وهي الاحزاب
- ١٤٦ - غزوة خيبر
- ١٤٨ - باب السرية التي قبل نجد
- ١٨٠ - باب قوله عزو جل ما ننسخ من آية او ننسها نات بغير منها

- ۱۸۲ - ۶۱ - سورة بنی اسرائیل  
 ۱۸۲ - ۶۲ - لفظ خطأ کی تفسیر از حضرت ابن عباس  
 ۱۸۳ - ۶۳ - حم الزخرف  
 ۱۸۳ - ۶۴ - باب قوله لیغفرک الله ماتقدم من ذنبک وماتا بحر الآیة  
 ۱۸۵ - ۶۵ - سورة اللیل اذا یغشی  
 ۱۸۷ - ۶۶ - باب ذهاب النساء والصبیان الی العرس

### صحیح البخاری جلد چہارم HL. No. 443B

- ۱۸۹ - ۶۷ - باب تبل الرحم سلالہا  
 ۱۹۱ - ۶۸ - باب الدعاء اذا انتبه من النیل  
 ۱۹۲ - ۶۹ - باب قول الله عزو جل و اقساموا بالله جهد ایمانہم  
 ۱۹۵ - ۷۰ - باب صاع المدينة و مدالنبی صلی الله علیہ وسلم و برکتہ  
 ۱۹۶ - ۷۱ - باب لعن السارق اذا لم یسم  
 ۱۹۸ - ۷۲ - باب القسامة  
 ۲۰۰ - ۷۳ - باب عمود الفسطاس تحت و سادته  
 ۲۰۲ - ۷۴ - باب اذا قال عند قوم شیاً ثم خرج فقال بخلافہ  
 ۲۰۳ - ۷۵ - باب قوله و کان عرشہ علی الماء و هو رب العرش العظیم  
 ۲۰۶ - ۷۶ - باب فی المشیة و الارادة

## صحیح البخاری جلد اول HL.No. 442-A

۱- باب کیف کان بدأ الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقول  
الله تبارك وتعالى انا اوحينا اليك كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده-  
ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کب اور کیسے نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ  
کا یہ فرمان کہ ہم نے تم پر وحی اتاری۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد  
دوسرے پیغمبروں پر نازل کی۔

اس باب میں چھ احادیث مذکور ہیں۔ پہلی حدیث اعمال کی نیت پر ہے جو یہ ہے:

انما الاعمال بالنيات وانما لكل امری ما نوى الخ-

ترجمہ:- اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔ ہر شخص کو اس چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ نیت  
کرتا ہے۔ بقیہ پانچ احادیث نزول وحی اور اس کی کیفیات پر ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی

حدیث یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن هشام  
بن عروة عن ابيه عائشة رضی اللہ عنہا ان الحارث  
بن هشام سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فقال يا رسول الله كيف يأتيك الوحي قال رسول  
الله صلي الله عليه وسلم احيانا ياتيني مثل  
صلصلة الجرس وهو اشد علي فيفصم عني و  
قد وعيت عنه ما قال و احيانا يتمثل لي الملك  
رجلاً فيكلمني فاعى ما يقول قالت عائشة رضی

اللہ عنہا و لقد راہتہ بنزل علیہ الوحی فی الیوم  
الشدید البرد فیفصم عنہ و ان حبینہ لیتفصد عرفاً۔

ترجمہ:- ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے  
مالک نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد  
(عروہ) سے اور انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں  
کہ حارث بن ہشام نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر وحی کس طرح  
نازل ہوتی ہے۔ فرمایا کبھی تو گھنٹے کی آواز کی مانند اور وہ میری طبیعت پر  
بہت گراں ہوتا ہے۔ پھر وہ پیغام جب یاد کر لیتا ہوں تو یہ کیفیت ختم  
ہو جاتی ہے۔ اور کبھی فرشتہ انسان کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور  
مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور جو وہ کہتا ہے اسے یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت  
عائشہ نے فرمایا میں نے کڑا کے کی سردیوں میں آپ پر وحی نازل ہونے  
دیکھی۔ جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ نکلتا۔

### شاہ ولی اللہ کی تحقیق:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں وحی سے کیا مراد ہے؟ امام بخاری نے سب سے پہلے وحی  
والی احادیث کیوں ذکر کی ہیں؟ اور اس وحی کو ہم صحیح کیوں تسلیم کرتے ہیں؟ حضرت شاہ ولی  
اللہ محدث دہلوی نے ان امور کا جواب نہایت عالمانہ انداز میں دیا ہے انہوں نے یہ بحث  
بدالوحی کے حاشیہ میں کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک وحی سے مراد ایک وہ وحی  
ہے جو اپنی پوری عبارت کے ساتھ محفوظ ہے اور جس کی تلاوت آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو  
اسے یاد کرایا۔ یعنی قرآن مجید، دوسری وحی وہ ہے جس کی تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے نہیں کی۔ جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اور جب حدیث

بھی وحی کی ایک قسم قرار پائی تو سب سے پہلے اس کی ابتدائی کیفیات و حالات اس کتاب میں بیان کرنا ضروری تھا۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ کہاں سے آتی تھی؟ اور کس طرح وقوع پذیر ہوتی تھی؟ یہ تمام باتیں ہمیں کیسے معلوم ہوں گی؟ ان سوالات کے جواب بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ نے دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ تمام معلومات ہمیں مستند و مستحکم علمائے کرام کے ذریعہ معلوم ہوں گی علماء کرام کو صحابہ کرام سے معلوم ہوں گی اور پھر صحابہ کرام کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ باتیں بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی صحابہ کرام کو وحی کے تمام امور سے باخبر کیا۔ یہ باتیں خبر حواتر سے ثابت ہیں جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب حضرت شاہ صاحب کے خیال کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

معناه عندی ان هذا الوحي المتلو المحفوظ  
بعبارة وغير المتلو الذي يقال له الحديث -  
مما هو مذکور علی السن المسلمین کیف بدأه و  
من ان جاء ومن ای جهة وقع عندنا عن ثقات  
العلماء عن الصحابة عن النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم عن ابياء اللہ تعالیٰ الیہ۔ فساق فی الباب  
احادیث تدل علی ان ابياء اللہ تعالیٰ الیہ بهذه  
الامور امرتوا تر بلا شبهة عندنا۔ شیخ المحدثین  
ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ (جلد اربع اب)

ترجمہ:- میرے نزدیک وحی سے مراد ایک وحی وہ ہے جو تلاوت کی جاتی ہے اور جو اپنی پوری عبارت کے ساتھ محفوظ ہے دوسری وحی وہ ہے جس کی

تلاوت نہیں کی جاتی جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ یہ وحی ان میں سے ہے جو ہر خاص و عام مسلمان میں انتہائی معروف ہے۔ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ کہاں سے آئی؟ اور کس طرح نازل ہوتی تھی؟ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ہمیں مستند و معتبر علماء کے ذریعہ معلوم ہوئیں۔ انہیں صحابہ کرام نے اور پھر صحابہ کرام کو خود آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہوئیں کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ تمام باتیں امر متواتر سے ثابت ہیں۔ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ شیخ الحدیث ابن ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

۲- کتاب الایمان۔ ترجمہ: ایمان کی کتاب

کتاب الوحی کے بعد بخاری شریف کی دوسری کتاب کتاب الایمان کے عنوان سے ہے جس میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان احادیث میں ایمان کی کیفیات، حالات اور درجات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا پہلا باب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس... قول وفعل ویزید وینقص الخ ہے۔ اس کے بعد ہمیں پہلی حدیث یہ ملتی ہے:

حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ قال اخبرنا حنظلة بن ابی سفیان عن عکرمہ بن خالد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس۔ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و الحج و صوم رمضان۔

ترجمہ:- ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم کو خط

حالات نہیں کی جاتی جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ یہ وحی ان میں سے ہے جو ہر خاص و عام مسلمان میں انتہائی معروف ہے۔ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ کہاں سے آئی؟ اور کس طرح نازل ہوتی تھی؟ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ہمیں مستند و معتبر علماء کے ذریعہ معلوم ہوئیں۔ انہیں صحابہ کرام نے اور پھر صحابہ کرام کو خود آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہوئیں کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ تمام باتیں امر متواتر سے ثابت ہیں۔ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ شیخ الحدیث ابن ولید رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

## ۲- کتاب الایمان۔ ترجمہ: ایمان کی کتاب

کتاب الوحی کے بعد بخاری شریف کی دوسری کتاب کتاب الایمان کے عنوان سے ہے جس میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان احادیث میں ایمان کی کیفیات، حالات اور درجات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا پہلا باب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس... قول وفعل ویزید وینقص الخ ہے۔ اس کے بعد ہمیں پہلی حدیث یہ ملتی ہے:

حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ قال اخبرنا حنظلة بن ابی سفیان عن عکرمہ بن خالد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس۔ شهادة ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و اقام الصلوة و ايتاء الزکوة و الحج و صوم رمضان۔

ترجمہ:- ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم کو خط

لیکن عمل نہیں کرتا اور دوسرا شخص تصدیق و اقرار کے ساتھ عمل بھی کرتا ہے تو دونوں طرح کے آدمی کو مومن کہا جائے گا۔ کیونکہ ایمان قرب الہی کا ایک درجہ ہے جو بے عملی کے باوجود ایک مسلمان کے ساتھ رہتا ہے۔ اب حضرت شاہ کا اصل خیال ملاحظہ کیجئے۔ جو کتاب الایمان کے ابتدائی باب کے حاشیہ میں درج ہے۔ قولہ کتاب الایمان الخ:

اضطرب كلام الشراح في بيان غرض القدماء من  
المحدثين في مسئلة الايمان و ذلك انهم  
حكموا بان من صدق بقلبه و اقر بلسانه و لم يعمل  
عملا فهو مؤمن و حكموا بان الاعمال من الايمان  
فانكسر عليهم ان الكل لا يوجد بدون  
الجزء و الحق عندي في ذلك ان الايمان  
ايمانان۔ ايمان اتقياد فقط و يتفرع عليه احكام  
الدنيا و قدنبه البخاري عليه في باب اذالم يكن  
الاسلام على الحقيقة۔ و ايمان حقيقة و مثله كمثل  
الرجل يقال للرجل الضعيف النحيف انه رجل  
وللرجل الجامع للكمالات الانسانية انه رجل من  
غير محاز و كذلك يقال لمن له تصديق و اقرار  
فقط انه مؤمن و لمن جمع معهما العمل الصالح  
انه مؤمن من غير محاز و ذلك ان الايمان عبارة  
عن درجة من القرب۔ من شيخ المجلدتين ولى الله  
سلمه الله۔ (جلد ۱، ق ۱۲ الف)

زجر:- ایمان کے مسئلے میں قدیم محدثین کی غرض کے بیان میں شارحین کا

اختلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ان محدثین کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے حالانکہ کوئی عمل نہیں کرتا وہ مؤمن ہے۔ اور دوسری طرف ان کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں ایسی صورت میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جزء (اعمال) کے بغیر کل (ایمان) کیسے پایا جائے گا۔ اس لیے اس سلسلے میں میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک ایمان انقیادی جس پر احکام دنیا متفرع ہوتے ہیں۔ اور جس کی طرف امام بخاری نے باب اذالم یکن الاسلام علی الحقیقہ میں اشارہ کیا ہے۔ دوسرے ایمان حقیقی اس کی مثال ایک آدمی جیسی ہے جو لاغر و کمزور ہو یا تندرست اور جامع کمالات ہو دونوں صورت میں اس کو آدمی ہی کہا جاتا ہے۔ اس طرح مؤمن اس کو کہا جائے گا جو صرف دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہو اور اس کو بھی کہا جائے گا جو تصدیق و اقرار کے ساتھ نیک اعمال کرتا ہو۔ کیونکہ ایمان قرب الہی کا ایک درجہ ہے۔ شیخ الحدیث ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد:

۳- باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرے اس کے گناہ کا باب:

امام بخاری نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے اور کذب بیانی کرنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت پانچ احادیث نقل کی ہیں۔ آخری حدیث یہ ہے:

حدثنی موسیٰ نا ابو عوانة عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا ابکنیتی و من رآنی

فی المنام فقد رآنى فان الشيطان لا يتمثل فى  
صورتى و من كذب على متعمداً فليتبوا مقعده  
من النار۔

ترجمہ:- مجھ سے موسیٰ نے بیان کیا۔ ان سے ابو عوانہ نے ابو حمین کے  
واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابوصالح سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابو ہریرہ سے  
اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ (اپنی اولاد) کا نام میرے نام پر  
رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو۔ اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو  
بلاشبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ اور  
جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ میرے  
نام پر اپنی اولاد کا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔ اس جملے کے تحت حضرت شاہ ولی  
اللہ کی ایک تحقیق ملتی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ بعض علمائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
نام کے ساتھ آپ کی کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے  
اپنے ایک صاحبزادے کا نام محمد ابوالقاسم رکھا تھا۔ اس سلسلے میں ان سے دریافت کیا گیا تو  
انہوں نے جواباً عرض کیا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی اجازت مرحمت  
فرمائی تھی۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے کی اصل عبارت دیکھئے:

كان ذلك النهى مخصوصاً فى زمان حياته و  
بعضهم يمتع اجتماع الاسم مع كنية ابى القاسم  
ولكن سمي على لابنه محمد المكنى بابى

القاسم قبل له فيه قال قدا ذنت منه صلى الله عليه  
وسلم فى ذلك۔ كذا سمعت عن الشيخ۔

(جلد ۱، ق ۵ اب)

ترجمہ:- یہ ممانعت کا حکم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ  
حیات تک مخصوص تھا۔ بعض علما نے آپ کے نام کے ساتھ آپ  
کی کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ  
عنه نے اپنے ایک بیٹے کا نام محمد ابوالقاسم رکھا تھا۔ اس سلسلے میں  
ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اسی  
طرح میں نے شیخ سے سنا۔

۴۔ باب الوضو من النوم۔ ترجمہ: نیند سے وضو کا باب

یہ باب نیند کے نواقض وضو ہونے کے بیان میں ہے۔ اس باب کے تحت پندرہ

احادیث بیان کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا عبد الله بن يوسف انا مالك عن هشام عن  
ابيه عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
قال اذا نعس احدكم وهو يصلى فليرقد حتى  
يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو نا  
عس لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه۔

ترجمہ:- ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے  
مالک نے ہشام سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے  
حضرت عائشہ سے روایت کی کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں اذگھ آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ سہ جائے۔ یہاں تک کہ خیند تم ہو جائے کیونکہ اس حالت میں اگر نماز پڑھتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ استغفار کرنے کے بجائے اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کسی شخص پر حالت نماز میں غنودگی طاری ہو تو اس کو نماز پڑھنے کے بجائے سو جانا چاہیے تاکہ خیند کا غلبہ ختم ہو اور پھر جب بیدار ہو تو وضو کر کے اطمینان سے نماز پڑھنی چاہیے۔ اس حدیث سے قبل باب الوضو کے ذیل میں امام بخاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان احادیث سے ان علمائے کرام کے مسلک کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ غنودگی یا اذگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت شاہ صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ اور نہایت اہم بات فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنودگی کی حالت میں اس خوف سے کہ غنودگی والے شخص کی زبان سے برے کلمات نہ نکلیں نماز ترک کر کے سو جانے کا حکم صادر فرمایا اس کے برخلاف یہ نہیں فرمایا کہ غنودگی نواقض وضو ہے۔ جس کی بنا پر نماز نہیں ہوگی۔ غور کیجئے کہ آپ نے قرسی علت کو چھوڑ کر علت بعیدہ کا ذکر فرمایا۔ جس سے صاف طور پر اشارہ ملتا ہے کہ علت قریبہ آپ کے نزدیک کوئی علت نہیں ہے۔ اب اصل عربی عبارت پڑھیے۔ اور دیکھئے کہ حضرت شاہ صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں۔

وجه الاستدلال بهذا الحديث لمسئلة الباب ان  
النبي صلي الله عليه وسلم علل ترك الصلوة و  
الحالة هذه بانه لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه  
و لم يعلله بانه محدث لا يجوز له الصلوة فالدول

من العلة القريبة الى العلة البعيدة يؤمى الى ان العلة  
القريبة ليست بعلة عند المتكلم۔ عن الشيخ  
المحدث دام ظله علينا۔ ۱۱۵۸ھ۔

(جلد ۱، ق ۲۵ الف)

ترجمہ:- اس مسئلے میں اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چھوڑنے کی علت اس غنودگی کی حالت کو قرار دیا  
جس میں پہنچ کر نمازی نہیں جانتا کہ اس کی زبان سے برے کلمات نکل  
سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف محدث ہونے کی علت قرار نہیں دیا۔ جس کی  
وجہ سے نماز نہیں ہوتی پس علت قریبہ سے علت بعیدہ کی طرف رجوع کرنا  
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے نزدیک علت قریبہ کوئی علت نہیں  
ہے۔ شیخ الحدیث دام ظلہ علینا کا ارشاد۔ ۱۱۵۷ھ۔

۵۔ باب ماجاء فی غسل البول، ترجمہ:- پیشاب دھونے کے بیان میں:  
امام بخاری نے پیشاب دھونے کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے۔ اس کے معنی  
بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک صاحب قبر کے عذاب کے  
بارے میں فرمایا کہ ان لا ینستتر من بولہ یعنی وہ پیشاب کرتے وقت احتیاط سے کام  
نہیں لیتا تھا۔ اس کے بعد مختلف احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا يعقوب بن ابراهيم نا اسمعيل بن ابراهيم

نى روح بن القاسم نى عطاء بن ابى ميمونه عن

انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم اذا تبرز لحاجة اتيته بماء فيغسل به۔

ترجمہ:- ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے اسمعیل بن ابراہیم نے،

ان سے روح بن القاسم نے، ان سے عطاء بن ابی میمونہ نے روایت کی کہ انس بن مالک نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے لیے نکلتے تو میں پانی لیکر آتا۔ آپ اس سے پیشاب گاہ دھوتے تھے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کان لا یستر من بولہ کے تحت اپنی ایک تحقیق پیش کی ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں لا یستبریٰ اور بعض میں لا یستنزه کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس لیے امام بخاری نے کان لا یستر کو لا یتحفظ (نہیں بچتا تھا) کے معنی میں لیا ہے۔ تاکہ تمام روایات کے درمیان مطابقت ہو سکے۔ اب اصل عربی عبارت ملاحظہ کیجئے:

وقع فی بعض الروایات لا یستبریٰ و فی بعضها لا یستنزه فحمل البخاری رحمہ اللہ قوله لا یستر علی معنی لا یتحفظ ولا یتوقی تجاوزاً لبوافق سائر الروایات واستدل به عن نجاسة بول الانسان دون غیرہ۔ شیخ المحدثین ولی اللہ سلمہ۔

(جلد ۱، ق ۲۵ ب)

ترجمہ:- بعض روایات میں لا یستبریٰ اور بعض میں لا یستنزه مذکور ہے۔ اس لیے امام بخاری نے آپ کے قول لا یستر کو لا یتحفظ ولا یتوقی پر محمول کیا ہے تاکہ تمام روایات کے درمیان مطابقت ہو اس حدیث سے امام بخاری نے انسان کے پیشاب کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے۔ غیر انسان کے پیشاب کی نجاست پر نہیں۔ شیخ الحدیث ولی اللہ سلمہ کا ارشاد۔

۶- باب غسل الدم - ترجمہ: خون دھونے کا باب:

امام بخاری نے خون دھونے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ جس میں دو احادیث نقل کی ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا محمد. انا ابو معاوية ناھشام عن ابیہ عن عائشة قالت جاءت فاطمة بنت ابی حبیش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی امرأة استحاض فلا اطهر افادع الصلوۃ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا انما ذالك عرق و ليس بحیض فاذا اقبلت حیضتك فدعی الصلوۃ و اذا ادبرت فاغسلی عنک الدم ثم صلی۔ قال و قال ابی ثم تو ضای لكل صلوۃ حتی یحییئ ذالك الوقت۔

ترجمہ:- ہم سے محمد نے بیان کیا۔ ان سے ابو معاویہ نے اور ان سے ہشام نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے عائشہ سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور بولی۔ میں ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ ہے اور (کبھی) پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں نماز نہ چھوڑو یہ ایک عرق سیال ہے حیض نہیں ہے۔ جب تمہیں حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو (لگا ہوا) خون دھو ڈالو۔ اور پھر نماز پڑھو۔ ہشام نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا۔ پھر ہر نماز کے لیے وضو کرتی رہو یہاں تک کہ پھر حیض کے ایام آجائیں۔

## شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے اس حدیث کے ایک جملہ انما ذالک عرق (بلاشبہ یہ ایک رت سیال ہے) کے ذیل میں اپنی تحقیق پیش کی ہے جس میں فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس جملے سے یہ مراد ہو کہ خون جمع ہونے کی جگہیں رگیں ہوتی ہیں۔ جب بدن میں خون زیادہ ہو جاتا ہے تو رگیں پھٹ جاتی ہیں۔ اور ان سے خون بہنے لگتا ہے۔ اس کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا اعود من عرق بفار۔ حضرت شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

يحتمل ان يكون المراد من قوله انما ذالک عرق ان العروق او عية الدم فاذا كثر الدم فى البدن فكان العروق تفتطرت وفار عنها الدم ومثله قوله صلى الله عليه وسلم اعود من عرق بفار۔ عن الشيخ المحدث دام ظلہ علینا۔ (جلد ۱، ق ۲۶ ب)

ترجمہ:- ممکن ہے آپ کے قول ”انما ذالک عرق“ (بیشک یہ خون کی ایک رگ ہے) سے مراد یہ ہو کہ رگوں میں خون ہوتا ہے چنانچہ جب بدن میں خون کی کثرت ہو جاتی ہے تو رگیں پھٹ جاتی ہیں اور خون بہنے لگتا ہے۔ اس کی مثال آپ کا وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا میں ایسی رگ سے پناہ مانگتا ہوں جو پھٹ کر خون بہائے۔ شیخ الحدیث دام ظلہ علینا کا ارشاد۔

۷۔ باب من بداء بالحلاب او الطيب عند الغسل۔ ترجمہ: غسل کرتے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتدا کرنا۔

امام بخاری نے یہ باب غسل کرتے وقت خوشبو استعمال کرنے کے سلسلے میں

باندھا ہے۔ اس باب کے تحت صرف ایک حدیث درج ہے: یہ ہے:

حدثني محمد بن المثنى نا ابو عاصم عن حنظلة  
عن القاسم عن عائشة رضي الله عنها قالت كان  
النبي صلى الله عليه وسلم اذا اغتسل من الجنابة  
دعا بشئ نحو الحلاب فاخذ بكفيه فبدأ بشق راسه  
الايمن ثم الايسر فقال بهما على وسط راسه۔

ترجمہ:- مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا۔ ان سے ابو عاصم نے ان سے  
حفظہ نے ان سے القاسم نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان  
کیا انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے وقت کوئی  
چیز حلاب کی طرح کی منگاتے (ایک قسم کی خوشبو) اور اسے اپنی ہتھیلیوں  
میں لیکر پہلے سر کے دائیں حصے سے ابتدا کرتے پھر بائیں میں پھر دونوں  
ہاتھ سے اپنے سر کے درمیان رگڑتے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں ایک لفظ ”الحلاب“ مذکور ہے۔ جو خوشبو کی ایک قسم ہے۔ حضرت  
شاہ صاحب نے اس لفظ کی تحقیق بڑے عالمانہ انداز میں کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں حلاب  
اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں دودھ دوہا جاتا ہے۔ جو عموماً ایک صاع کے بقدر  
ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد نچوڑیا خوشبو ہے۔ جس کا استعمال عرب کے کچھ لوگ  
غسل یا جماع سے پہلے کیا کرتے تھے۔ تاکہ اس سے سینے کی بدبو زائل ہو سکے۔ عربی  
عبارت ملاحظہ ہو:

يطلق على الظرف الذي يحلب فيه اللبن يكون  
بقدر صاع غالباً لكن المراد ههنا العصيرة او الطيب

الذی يستعمل بعض الاعراب قبل الغسل بل قبل  
الجماع ليكون دافعا لنتن العروق في  
الجماع۔ وقوله او الطيب عطف تفسیری۔ كذا  
سمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله۔

(جلد ۱، ق ۲۸ ب)

ترجمہ:- اگلاب اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں دودھ دوہا جاتا ہے۔ جو  
عموماً ایک صاع کے بقدر ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد ایک قسم کا  
نچوڑیا خوشبو ہے جس کو عرب کے کچھ لوگ غسل اور جماع سے قبل استعمال  
کرتے تھے۔ تاکہ جماع کے وقت پینے کی بدبو زائل ہو سکے۔ ترجمہ  
الباب میں امام بخاری کا قول ”او الطیب“ عطف تفسیری ہے۔ میں نے شیخ  
المحدث سلمہ اللہ سے اسی طرح سنا۔

۸- کتاب التیمم۔ ترجمہ تیمم کا بیان:

امام بخاری نے اس کتاب میں تیمم کی احادیث نقل کی ہیں جس میں مختلف ابواب  
قائم کیے ہیں اور پھر ہر باب کے ذیل میں تیمم سے متعلق احادیث پیش کی ہیں۔ پہلی حدیث

یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن  
عبد الرحمن بن قاسم عن ابيه عن عائشة زوج  
النبي صلى الله عليه وسلم قالت خرجت مع رسول  
الله صلى الله عليه وسلم في بعض اسفاره حتى اذا  
كننا بالبيداء او بذات الحيش انقطع عقدي فاقام  
رسول الله صلى الله عليه وسلم على التماسا و

اقام الناس معه۔ ولسوا على ماء فاتي الناس الى  
 ابى بكر الصديق فقالوا الا ترى الى ما صنعت  
 عائشة<sup>ؓ</sup> اقامت برسول الله صلى الله عليه وسلم  
 والناس ولسوا على ماء۔ و ليس معهم ماء فحاء  
 ابوبكر ورسول الله صلى الله عليه وسلم واضع  
 راسه على فخذي قد نام فقال حبست رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم والناس ولسوا على ماء  
 و ليس معهم ماء فقالت عائشة فعاتبني ابوبكر  
 وقال ماشاء الله ان يقول وجعل يطعنني بيده في  
 خصاصرتي فلا يمنعني من التحرك الا مكان رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم على فخذي فقام رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم حين اصبح على غير ماء  
 فانزل آية التيمم فتمموا فقال اسيد بن حضير  
 ماهي باول بر كنكم يا آل ابى بكر قالت فبعثنا  
 البعير الذى كنت عليه فاصبنا العقد تحته۔

ترجمہ:- ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن یوسف نے، ان سے مالک نے  
 عبدالرحمن بن قاسم سے روایت کی۔ انہوں نے انے والد سے اور  
 انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ حضرت عائشہ روایت کرتی  
 ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم  
 پیدا یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہارٹھ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اسکی تلاش کی غرض سے وہیں ٹھہر گئے۔ وہاں  
 کہیں پانی نہ تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہا آپ کو

نہیں معلوم ہے جو حضرت عائشہ نے کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگوں کو ٹھہرا دیا حالانکہ وہ لوگ نہ پانی کے قریب ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضرت ابو بکر مجھ پر برہم ہوئے۔ اور میرے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ بولے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگوں کو یہاں ٹھہرا رکھا ہے جہاں پانی نہیں۔ اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ اور جو اللہ کو منظور تھا انہوں نے مجھے کہا۔ اور اپنے ہاتھ سے میری کونکھ میں کوئچہ مارنے لگے۔ میں ضرور ادھر ادھر ہوتی مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سو رہے تھے۔ اس لیے حرکت نہ کر سکی۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے لیکن پانی نہ تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ لوگوں نے تیمم کیا۔ اس موقع پر اسید بن حفر نے کہا اے آل ابو بکر یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں جس اونٹ پر سوار تھی اسے اٹھایا تو اس کے نیچے ہمیں ہار مل گیا۔

یہ تو حضرت عائشہ کا محض ایک واقعہ تھا جس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ اور تیمم کرنا شروع ہوا لیکن تیمم کس طرح کیا جائے۔ اس سلسلے میں امام بخاری نے اتیمم للوجہ والکفین کے عنوان سے ایک الگ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کرتے وقت زمین پر ہاتھ مارا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھ پر مسح کیا۔ اس باب کی آخری حدیث یہ ہے جس سے یہی طریقہ تیمم ثابت ہوتا ہے۔

حدثنا محمد بن بشارنا غندر قال ناشعبة عن

الحکم عن ذر عن ابن عبدالرحمن بن ابزی عن

ایہ قال عمار فخر بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
یبدہ الارض فمسح وجہہ و کفہ۔

ترجمہ:- ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ ان سے فخر نے ان سے شعبہ  
نے ان سے حکم نے ان سے ذر نے اور ان سے ابن عبدالرحمن بن ابی ہریرہ  
نے اور ان سے ان کے والد نے۔ عمار نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس کا جواب حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات میں ملتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام  
بخاری نے اس باب میں جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب کی سب امام احمد بن حنبل کے  
مسک کے تائید کرتی ہیں۔ لیکن وہ احادیث جو امام مالک کے مسک کی حمایت کرتی ہیں۔ وہ  
یہاں بیان نہیں کی گئی ہیں۔ کیونکہ ایسی احادیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ تک موقوف ہیں۔  
اور ان کا مرفوع ہونا مشہور طریقوں سے ثابت نہیں جبکہ امام بخاری نے التزام کر لیا ہے کہ وہ  
اس کتاب میں صرف مرفوع احادیث ہی ذکر کریں گے۔ ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ  
اور امام مالک کا مسک خود امام مالک کی موطا سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے عبداللہ  
بن عمرؓ تک موقوف ہونا مختلف طریقوں سے بتایا ہے۔ اس کے علاوہ ابراہیم نخعی نے موقوف  
اور مرفوع دونوں طرح کی احادیث بیان کی ہیں۔ جن کو امام ابوحنیفہ نے لیا ہے۔ اس کی وجہ  
یہ ہے کہ احادیث کی سند میں ابراہیم نخعی حماد کے واسطے سے ان کے استاد ہوتے ہیں اس  
کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ابراہیم نخعی غلقہ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت  
عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی بن ابی طالبؓ دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ اب حضرت  
شاہ صاحب کی اصل عربی عبارت ملاحظہ کیجئے:

اعلم ان الاحادیث التي اور دھا البخاری رحمہ

اللہ کلہما موافق لمذہب احمد رحمہ اللہ۔ واما  
 الاحادیث التي تدل على ضربتين ضربة للوجه  
 واخرى لليدین الى المرفقین كما هو مذہب امامنا  
 الاعظم ومالك رحمہم اللہ تعالیٰ لما كانت  
 موقوفة الى عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ولم  
 یثبت رفعہما من الطرق المشہورہ۔ فلم يذكرها  
 البخاری فی صحیحہ الذي التزم فیہ ذکر الا  
 حدیث المرفوعة المشہورة وقد اوردها الامام  
 المالک رحمہ اللہ فی المؤطا بطرق كثيرة  
 موقوفا الى عبد اللہ بن عمرو ذکر ابراهيم النخعی  
 موقوفا ومرفوعا وبہ اخذ امامنا الاعظم لان كان  
 شیخہ فی مسند الاحادیث بواسطة حماد و كان  
 ابراهيم يروي عن علقمة وهو عن عبد اللہ بن  
 مسعود وعن علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہما۔  
 وكذا سمعت عن الشيخ ولي اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ  
 (جلد ۱، ق ۳۵، الف)

ترجمہ:- جان لیجئے کہ امام بخاری نے اس باب میں جو احادیث بیان کی  
 ہیں وہ سب کی سب امام احمد حنبل کے مسلک کے موافق ہیں۔ لیکن وہ  
 احادیث بوضوئہ للہبہ دائری للیدین الی المرفقین (تیم دو بار زمین پر ہاتھ  
 مارنے کا نام ہے۔ ایک بار زمین پر مار کر چہرے کا مسح کرے اور دوسری بار  
 مار کر دونوں ہاتھ کا مسح کرے کہنیوں سمیت) پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ  
 امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔ یہ احادیث چونکہ عبد اللہ بن عمر

تک موقوف ہیں۔ جن کا مرفوع ہونا مشہور طرق سے ثابت نہیں۔ اس لیے امام بخاری نے انہیں یہاں ذکر نہیں کیا کیونکہ انہوں نے التزام کر لیا ہے کہ وہ صحیح بخاری میں مشہور مرفوع احادیث ہی ذکر کریں گے۔ ایسی موقوف احادیث کا ذکر امام مالک نے اپنی مؤطا میں مختلف طرق سے کیا ہے۔ جو عبد اللہ بن عمر تک موقوف ہیں۔ ابراہیم نخعی نے موقوف اور مرفوع دونوں طریقوں سے بیان کیا ہے جس کو امام ابو حنیفہ نے سند بنایا ہے کیونکہ وہ مسند حدیث میں حماد کے واسطے سے امام ابو حنیفہ کے استاد ہیں۔ ابراہیم علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ عبد اللہ بن مسعود اور علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے اسی طرح شیخ دلی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ سے سنا۔

۹- باب اذا دخل بیتا یصلی حیث شاء او حیث امر ولا یتجسس۔  
ترجمہ:- جب کسی گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھ لے یا جہاں اسے کہا جائے اور (مزید) کھوج کرید نہ کرے۔  
امام بخاری نے کسی دوسرے شخص کے گھر میں نماز پڑھنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس باب کے تحت ایک حدیث تحریر کی ہے جو عتبان بن مالک سے مروی ہے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة نا ابراهيم بن سعد عن  
ابن شهاب عن محمود بن الربيع عن عتبان بن  
مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاه في  
منزله فقال اين تحب ان اصلي لك من بيتك  
فاشرت له الى مكان فكبر النبي صلى الله عليه

و سلم فصفنا خلفه فصلی رکعتین۔

ترجمہ:- ہم سے عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا ان سے ابی ہاشم بن محمد نے انہوں نے لیکن شہاب سے اور انہوں نے محمود بن رفیع سے اور ان سے عثمان بن مالک نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا تمہیں کہاں پسند ہے کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں؟ تو میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکبیر (تحریر) کہی ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی اور آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب کے تحت حضرت شاہ صاحب کی ایک اہم تحقیق ملتی ہے۔ جس میں انہوں نے اس حدیث اور دوسری حدیث کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ترجمہ الباب کا ضا کرتا ہے کہ جہاں حکم دیا جائے وہیں نماز پڑھے لیکن میں کہتا ہوں کہ بعض دوسرے طرق حدیث میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ عثمان بن مالک نے تخصیص مکان کا معاملہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں وہ جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے اور وہ جائز ہوگی۔ مکان مالک سے دریافت کرنے کی بات سمرنا ہوگی۔ اصل عربی عبارت دیکھئے:

قیل هذه الترجمة يقتضى انه يصلى حيث شاء  
والحدیث يقتضى انه يصلى حيث امر قلت في  
بعض طرق الحدیث اشارة الى ان عثمان فوض  
الامر اليه صلی اللہ علیہ وسلم في تخصيص  
المكان فلو صلی في حيث شاء جاز ولكن رد

الامر الیہ تبرعاً واللہ عالم - شیخ المحدثین ولی  
اللہ سلمہ - (جلد ۱، ق ۴۴ الف)

ترجمہ:- بعض لوگوں نے کہا ہے۔ یہ ترجمہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس  
جگہ نماز پڑھے جہاں چاہے اور حدیث تقاضا کرتی ہے کہ وہ وہیں  
نماز پڑھے جہاں حکم دیا جائے۔ لیکن میں کہتا ہوں بعض طرق  
حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عثمان نے تخصیص مکان والے  
معا ملے کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا۔ اس لیے  
وہ جہاں نماز پڑھے تو جائز ہوگا۔ لیکن مالک مکان سے دریافت  
کرنا تبرعاً ہوگا۔ واللہ اعلم۔ شیخ الحدیثین ولی اللہ سلمہ کا ارشاد۔

۱۰- باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوٰۃ۔ ترجمہ: تکبیر تحریر کے وجوب اور  
افتتاح نماز کا باب۔

امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں حضرت انس بن مالک کی دو حدیثیں اور  
حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ حضرت انس بن مالک کی پہلی حدیث میں  
امام کی اتباع میں قیام، قعود، رکوع و سجود کے علاوہ تکبیر تحریر کے کہنے کی روایت نہیں ملتی۔ جبکہ  
دوسری حدیث میں یہ بھی موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بھی یہی بات ثابت  
ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی روایت میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملتا ہے کہ آپ  
نے قیام و قعود، رکوع و سجود کے علاوہ تکبیر تحریر کے کہنے کی بھی ہدایت فرمائی تھی۔ حضرت انس بن  
مالک کی پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

حدثنا ابو الیمان انا شعيب عن الزهري قال  
اخبرني انس بن مالك الانصاري ان رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ركب فرساً فحشش شقه

الایمیں قال انس فصلی لنا یومئذ صلوة من  
 الصلوات وهو قاعد فصلینا وراءه فعوداً ثم قال لما  
 سلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا صلی قائماً  
 فصلوا قیاماً واذار کع فار کعوا و اذارفع فار فعوا  
 واذا سجد فاسجدوا و اذ اقال سمع الله لمن  
 حمدہ فقولوا ربنا ولك الحمد۔

ترجمہ: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا۔ ان سے شعیب نے زہری سے  
 روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھ کو انس بن مالک الانصاری نے خبر دی کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور گر پڑنے۔ آپ کا  
 دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ انس کہتے ہیں اس دن آپ نے ایک نماز بیٹھ کر  
 پڑھائی تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نے سلام  
 پھیرا تو فرمایا امام اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔  
 لہذا جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ  
 رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو۔ جب  
 وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ  
 کہے تو تم بھی ”ربنا ولك الحمد“ کہو۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا قتیبہ بن سعید قال نا اللیث عن ابن شہاب  
 عن انس بن مالک انه قال خر رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم عن فرس فحشش فصلی لنا قاعداً  
 فصلینا معہ فعوداً ثم انصرف فقال انما جعل  
 الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذ ازار کع فار کعوا

فاذا رفع فصار فعوا و اذا قال سمع الله لمن حمده  
 فقولوا ربنا ولك الحمد۔ و اذا سجد فاسجدوا۔  
 ترجمہ:- ہم سے تیبہ بن سعید نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے لیث  
 نے ابن شہاب سے روایت کی۔ ان سے انس بن مالک نے بیان کیا۔  
 انہوں نے روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر  
 پڑے تو خراش سی آگئی۔ اس لیے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بھی  
 آپ کے ہمراہ بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا  
 امام اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر  
 کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرنے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ  
 اٹھے تو تم بھی اٹھو جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم بھی  
 "ربنا ولك الحمد" کہو۔ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب کے تحت حاشیہ میں حضرت شاہ صاحب کی کئی اہم تحقیقات ملتی ہیں۔  
 اس حاشیہ میں پہلے انہوں نے اسماعیلی کی تحقیق بیان کی ہے۔ اس کے بعد اپنی تحقیقات پیش  
 کی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ اسماعیلی نے کہا ہے کہ حضرت انسؓ کی پہلی حدیث میں نہ تکبیر کا  
 بیان ہے اور نہ دوسری حدیث میں اس کے وجوب کو بتایا گیا ہے۔ بلکہ مقصود امام کی تکبیر کی  
 اتباع و پیروی واضح کرنا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ حضرت انسؓ  
 کی اس حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے بعض رواۃ نے تکبیر کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے نہیں  
 کیا ہے جس نے ذکر کیا ہے۔ اس کی شہادت حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت دیتی ہے۔ پھر  
 یہ قول کہ "فاذا کبر فکبروا" (جب امام تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو) اگرچہ وجوب  
 تکبیر پر دلالت نہیں کرتا۔ تاہم حدیث کا سیاق و سباق تقاضہ کرتا ہے کہ تکبیر نماز میں

امر مطلوب ہو۔ کیونکہ امام کی پیروی ہر حال میں ثابت ہے۔ تکبیر تحریرہ والی حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اتنا کہنا کافی ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی مثالیں بخاری شریف میں کافی ملتی ہیں اب حضرت شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے:

قال الاسماعیلی لیس فی حدیثہ الاول تعرض  
للتکبیر ولا فی الثانی ایجابہ و انما فیہ متابعة فی  
تکبیرہ۔ قلت غرض البخاری ان الرواة اختلفوا  
علی انس فی هذا الحدیث فمنهم من ذکر التکبیر  
و منهم من لم یذکر و من ذکر اقول یشهد له  
حدیث ابی هريرة۔ ثم قوله فاذا کبر فکبر و او ان لم  
یدل علی ایجاب التکبیر فی حد ذاته لکن سوق  
الحدیث یقتضی ان یكون التکبیر امراً مطلوباً فی  
الصلوة فان متابعة الامام فیہ فرع ثبوته فی نفسه  
و هذا القدر ینافی شأناً لحدیث تحريمها التکبیر  
و مثل هذا کثیر غیر مستکر فی البخاری۔ واللہ  
اعلم بالصواب۔ عن شیخ المحدثین ولی اللہ  
سلمہ اللہ۔ (جلد ۱، ص ۶۹ ب)

ترجمہ:- اسماعیلی نے کہا۔ انس کی پہلی حدیث میں نہ تکبیر کا ذکر ہے اور نہ  
دوسری حدیث میں اس کا وجوب ہے بلکہ مقصد اس میں صرف امام کی  
متابعت بتانا ہے۔ میں نے کہا۔ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ انس کی اس  
حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض روایہ نے تکبیر کا ذکر کیا ہے  
بعض نے نہیں کیا ہے۔ جس نے ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں۔ اس کی گواہی

ابو ہریرہ کی حدیث دیتی ہے۔ پھر آپ کا قول ”فساذا کبر فکبروا“  
 گرچہ وجوب تکبیر پر بذات خود دلالت نہیں کرتا۔ تاہم حدیث کا سیاق و سباق  
 کرتا ہے تکبیر نماز میں امر مطلوب ہو کیونکہ تکبیر تحریر میں امام کی پیروی  
 سے فی نفسہ اس کا ثبوت متفرع ہوتا ہے اور تکبیر تحریر والی حدیث  
 ”تحريمها التکبير“ اس کی مؤید ہے۔ ترجمہ الباب کے ثبوت کے  
 لیے اتنا ہی کافی ہے اور اس کی مثالیں بخاری میں بہت ساری ہیں جو  
 نامائوس نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سعید  
 ۱۱- باب لا یفرق بین اثین یوم الجمعة۔ ترجمہ: جمعہ کے دن دو آدمیوں کے  
 درمیان (گھس کر) نہ بیٹھے۔

امام بخاری نے جمعہ کے دن مسجد میں دو نمازیوں کے درمیان گھس کر نہ بیٹھنے کے  
 سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے جس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدان انا عبد الله نا ابن ابی ذنّب عن سعید  
 المقبری عن ایبہ عن ابن ودیعة عن سلمان  
 الفارسی قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم  
 من اغتسل یوم الجمعة و تطهر بما استطاع من  
 طهر ثم ادھن او مس من طیب ثم راح فلم یفرق  
 بین اثین فصلی ما کب له ثم اذا خرج الامام  
 انصت غفر له ما بینہ و بین الجمعة الاخری۔

ترجمہ:- ہم سے عبدان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ نے  
 اور ان سے ابن ابی ذنّب نے سعید المقبری سے روایت کی۔ انہوں نے  
 اپنے والد سے ابن ودیہ سے بیان کیا۔ انہوں نے سلمان فارسی سے

روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور ممکن حد تک نظافت و طہارت حاصل کی۔ تیل اور خوشبو لگائی اور مسجد میں اس طرح گیا کہ دو آدمیوں میں گھس کر نہ بیٹھا اور جس قدر اس پر ضروری ہے نماز پڑھی پھر جب امام آیا اور خطبہ دیا تو خاموشی سے سنا تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں ایک جملہ ہے فصلی ما کتب لہ یعنی جتنا ضروری ہو اتنی نماز پڑھے۔ اس جملہ کے ذیل میں بین السطور میں حضرت شاہ صاحب کی ایک تحقیق ملتی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ سے قبل جس قدر ممکن ہو نفل نماز پڑھے، لیکن خطبہ کے دوران کوئی نفل نماز نہ پڑھے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ بیٹھا رہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ما کتب لہ سے مراد ما قدر لہ من النوافل ہے (یعنی جتنا نوافل پڑھنا ممکن ہو)۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے:

اعلم ان هذا الحديث يدل على عديم الصلوة على  
الخطبه لان المراد بقوله ما كتب لہ اى ما قدر لہ من  
النوافل فاحفظ۔ كذا سمعت عن الشيخ سلمه الله۔  
(جلد ۱، ق ۸۵، الف)

ترجمہ:- جان لو کہ یہ حدیث خطبہ کے دوران نماز نہ پڑھنے پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قول ما کتب لہ سے مراد ما قدر لہ من النوافل ہے۔ اسی طرح میں نے شیخ سے سنا۔

۱۲- باب تقصر اذا خرج من موضعه۔ ترجمہ:- اپنے گھر سے باہر چلا جائے تو

قصر کرے۔

امام بخاری نے نماز قصر کا ایک باب باندھا ہے جو ابواب تقصیر الصلوٰۃ کے عنوان سے ہے اور جس میں مختلف احادیث مذکور ہیں۔ اس ذیل میں ایک باب تقصیر اذا خرج من موضعه (قصر کی نماز پڑھے جب اپنے گھر سے جدا ہو) باندھا ہے۔ جس کے تحت دو احادیث پیش کی ہیں۔ دوسری حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے جو یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد ناسفیان عن الزهري عن  
عروة عن عائشة۔ قالت الصلوٰۃ اول ما فرضت  
رکعتين فاقرت صلوٰۃ السفر وامت صلوٰۃ  
الحضر۔ قال الذهري فقلت لعروة فما بال عائشة  
تتم قال تاوالت ما تاوالت عثمان۔

ترجمہ:- ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا۔ ان سے سفیان نے۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے حضرت عائشہ نے فرمایا: ابتدا میں نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی پھر سفر میں تو برقرار رہی لیکن حضر میں پوری (چار) کر دی گئی۔ زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا۔ حضرت عائشہ نے یہ کیا کیا کہ پوری نماز پڑھتی ہیں (قصر نہیں کرتی ہیں)۔ انہوں نے جواب دیا تاویل کی ہے جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے بین السطور میں حضرت شاہ صاحب نے ایک انوکھی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بعض سفر میں تو قصر کرتی تھیں لیکن بعض میں نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ پوری چار رکعت پڑھتی تھیں۔ اس کا ذکر

انہوں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ آپ کا ایسے موقع پر خاموش رہنا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ رخصت کا ترک کرنا جائز ہے۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

وسمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله ان عائشة  
رضي الله عنها في بعض الاسفار قصرت و اتمت  
في اخرى فذكرت عند رسول الله صلى الله عليه  
وسلم تقول اني قصرت و اتممت فسكت رسول  
الله صلى الله عليه وسلم فسكوت الامام في  
موضع البيان يفيد فائدة جواز ترك الرخصة۔

(جلد ۱، ق ۱۰۲، الف)

ترجمہ:- میں نے شیخ الحدیث سلمہ اللہ سے سنا کہ حضرت عائشہ بعض اسفار  
میں قصر نماز پڑھتی تھیں بعض میں قصر نہیں کرتی تھیں۔ اس کا ذکر انہوں نے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے سکوت فرمایا۔ ایسی صورت  
میں ترک رخصت کے جواز کا فائدہ ملتا ہے۔

۱۳- باب من تحدث بعد الر كعتين ولم يضطجع۔ ترجمہ: جو دو رکعتوں کے  
بعد نہ لیٹے اور بات چیت کرے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت ایک ایسی حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت  
ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر کبھی بات چیت کرتے تھے۔ لیکن  
نہیں تھے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا بشر بن الحكم نا سفيان قال حدثني مسلم  
ابو المنصور عن ابي سلمة عن عائشة ان النبي صلى

اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فان کنت مستیقظة  
حدثنی و الا اضطجع حتی نودی بالصنوة۔

ترجمہ:- ہم سے بشر بن الحکم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سفیان  
نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے سالم ابوالنصر نے ابی سلمہ سے۔ انہوں  
نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم جب نماز (سنت فجر) پڑھ لیتے اور میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ  
سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ حتیٰ کہ نماز کے لیے اذان (اقامت)  
کہی جاتی۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے دو  
رکعت نماز کے بعد گفتگو کرنا اور نہ سونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی سنت و فرض کے درمیان  
گفتگو کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی خیال کو حضرت شاہ صاحب نے اس طرح  
بیان کیا ہے:

ولم یثبت النهی عن التکلم بین السنة والفرض۔

کذا سمعت۔ (جلد ۱، ق ۱۰، الف)

ترجمہ:- اس حدیث سے سنت و فرض کے درمیان گفتگو کرنے کی ممانعت

ثابت نہیں ہوتی۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۱۳- باب صلوة النوافل جماعة ذکرہ انس وعائشہ عن النبی صلی اللہ

علیہ وسلم۔ ترجمہ:- نفل نماز باجماعت ادا کرنا۔ اس کو حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ

نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

امام بخاری نے یہ باب نفل نماز باجماعت ادا کرنے کے سلسلے میں

ہے۔ اس کے تحت ایک طویل حدیث پیش کی ہے۔ جو یہ ہے:

حدیثی اسحاق نا یعقوب بن ابراہیم نا ابی عن ابن شہاب قال اخبرنی محمود بن الربیع الانصاری انه عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعقل محجة مَجَّها فی وجهہ من بثر کانت فی دارہم فزعم محمود انه سمع عتبان بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ وکان ممن شہد بد رأی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی کنت اصلی لقومی بنی سالم وکانہ یحول بینی وبینہم واد إذا جاءت الامطار فیشق علی اجتيازہ قبل مسجدہم فجئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت له انی انکرت بصری و ان الوادی الذی بینی و بین قومی یسبیل اذا جاءت الامطار فیشق علی اجتيازہ فوددت انک تاتی فتصلی من بیتی مکانا اتخذه مصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سافعل فغدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر رضی اللہ عنہ بعد ما اشتد النهار فاستاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذنت له فلم یجلس حتی قال ابن تحب ان اصلی من بیتک فاشرت له الی المکان الذی احب ان اصلی فیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر و صفغنا و راءہ فصلی رکعتین ثم سلم فسلمنا حين

سلم فحسبته على عزيير يصنع له فسمع اهل الدار  
 ان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي فتاب  
 رجال منهم حتى كثر الرجال في بيتي فقال رجل  
 منهم ما فعل مالك لا اراه فقال رجل منهم ذاك  
 منافق لا يحب الله ورسوله فقال رسول الله صلى  
 الله عليه وسلم لا تقل ذاك الا تراه قال لا اله الا الله  
 يتغى بذلك وجه الله فقال الله ورسوله اعلم  
 اما نحن فوالله لا نرى وده ولا حديثه الا الى  
 المنافقين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 فان الله قد حرم على النار من قال لا اله الا الله  
 يتغى بذلك وجه الله قال محمود فحدتها  
 قومافهم ابو ايوب صاحب رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم في غزوته التي توفي ويزيد بن معاوية  
 عليهم بارض الروم فانكرها علي ابو ايوب وقال  
 والله ما اظن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال  
 ما قلت قط فكبر ذلك علي ف جعلت لله علي ان  
 سلمني حتى اقل من غزوتي ان اسأل عنها عتيان  
 بن مالك ان وجدته حياً في مسجد قومه فقلت  
 واهللت بحجة او عمرة ثم سرت حتى قدمت  
 المدينة فأتيت بني سالم فاذا عتيان شيخ اعمى  
 يصلي لقومه فلما سلم من الصلوة سلمت عليه  
 واخبرته من انائم سالت عن ذلك الحديث

فحدثنیہ کما حدثنیہ اول مرۃ۔

ترجمہ:- اسحاق نے محمد سے بیان کیا ان سے یعقوب بن ابراہیم نے۔ ان سے ان کے والد نے اور انہوں نے ابن شہاب سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے محمود بن ربیع انصاری نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد ہیں اور وہ کلی بھی یاد ہے جو میرے چہرے پر آپ نے ہمارے گھر کے کنویں سے لے کر کی تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے عثمان بن مالک انصاری جو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ کہتے ہوئے سنا میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی تھی جب برسات ہوتی تو میرے لیے ان کی مسجد میں جانا دشوار ہوتا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میری نظر کمزور ہے اور جو وادی میرے اور میرے قوم کے درمیان حائل ہے۔ بارش کے دنوں میں میرے لیے وہاں پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر پر قدم رنجہ فرمائیں اور آپ ایک جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اسے (مستقل) جائے نماز بنا لوں۔ آپ نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ چنانچہ بیچ کے وقت جب دھوپ خوب چمک رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ نے اجازت چاہی تو میں نے آپ کو اجازت دیدی۔ آپ ابھی بیٹھ نہیں پائے تھے کہ فرمایا۔ تمہیں گھر میں کون سی جگہ پسند ہے جہاں میں نماز پڑھوں۔ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس میں نماز پڑھنا پسند کرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ تکبیر کہی۔ اور ہم آپ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا۔ ہم نے بھی سلام پھیرا۔

جب آپ سلام پھیر چکے میں نے آپ کو خزیرہ (ایک طرح کے خاص کھانے) کے لیے روک لیا جو (خاص) آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جب دوسروں نے میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو دوڑتے ہوئے آئے۔ حتیٰ کہ میرے گھر میں اچھا خاصا ہجوم ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا مالک کو کیا ہوا وہ نظر نہیں آرہا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا وہ منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اسے محبت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور خدا کی خوشنودی طلب کرتا ہے۔ تو وہ بولا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں (ویسے) ہم تو اس کی رغبت اور گفتگو منافقین ہی سے دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ جبکہ وہ اس سے خوشنودی رب کا طالب ہو۔ محمود کہتے ہیں میں نے اسے ایک اجتماع میں بیان کیا جس میں صحابی رسول ابویوب انصاری بھی تھے۔ اور اس غزوہ میں بیان کیا جس میں ان کی وفات ہوئی اور جس کے امیر یزید بن معاویہ سرزمین روم میں تھے ابویوب نے ہماری اس حدیث کا انکار کیا اور کہا بخدا جو تم کہہ رہے ہو میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کہا۔ یہ بات مجھے ناگوار گذری اور میں نے اللہ کے لیے نذرمانی۔ اگر وہ مجھے صحیح سالم رکھے یہاں تک کہ میں اس جنگ سے واپس آ جاؤں تو اس کے متعلق عتبان بن مالک سے پوچھوں اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں موجود پایا۔ چنانچہ میں غزوہ سے لوٹا میں نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر چلا اور مدینہ منورہ پہنچا۔ میں بنی سالم کے پاس گیا تو دیکھا تو عتبان ضعیف اور ناپیدا ہو چکے ہیں

اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے انہیں سلام کیا اور بتایا میں کون ہوں۔ پھر میں نے ان سے حدیث کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی بار بیان کیا تھا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس طویل حدیث میں صحابی کا یہ قول امان نحن فوالله لانری وده ولا حدیثہ الا الی المنافقین یعنی میں واللہ صرف یہی دیکھتا ہوں کہ اس کی گفتگو اور دوستی منافقین کے ساتھ رہتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں منافقین کے ساتھ اختلاط کی کون سی قسم مراد ہے؟ حضرت شاہ صاحب وضاحت فرماتے ہیں کہ یہاں تجارتی اور اس کے متعلق امور کا اختلاط مراد ہے۔

شاہ صاحب کے ارشاد کی اصلی عبارت دیکھئے:

وفى الحقيقة كان منشأ الاختلاط من المنافقين  
تعلق امور التجارة وغيرها بهم۔ كذا سمعت۔  
(جلد ۱، ق ۱۰۹، الف)

ترجمہ:- درحقیقت منافقین کے ساتھ اختلاط کا اصل منشأ تجارتی امور اور اس سے متعلق دوسرے امور تھے۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۱۵- باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت۔ ترجمہ: میت پر ماتم کرنے کی کراہیت کے بیان میں۔

اس سے قبل ایک اور باب میت پر رونے اور نوحہ کرنے کے سلسلے میں گذر چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ اذا کان النوح من سنتہ۔ یعنی میت کو اس کے گھر والوں

کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ جبکہ نوح اس کے طریقہ میں داخل ہو۔ اس کی وجہ قرآن مجید کی آیت فوالنفسکم واهلیکم ناراً (خود اپنے اور اپنی اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ) کو قرار دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ میت پر رونا اور نوح خوانی کرنا شریعت کی نگاہ میں ممنوع ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کو اس سے نہیں منع کیا۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی دنیا سے چل بسا اور اس کے گھر کے لوگ اب اس کے مرنے پر آہ و زاری کر رہے ہیں تو چونکہ اس نے نہی عن المنکر کا حق ادا نہیں کیا تھا اس لیے اس پر عذاب ہونا برحق ہوگا۔ اس سلسلے کی کئی احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ اس کے بعد موجودہ باب باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت قائم کیا گیا ہے۔ جس کے تحت حضرت مغیرہؓ اور حضرت عمرؓ کی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا ابو نعیم حدثنا سعید عن عبید عن علی بن ربیعۃ عن المغیرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان کذباً علی لیس ککذب علی احد من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من نیح علیہ یعذب بما نیح علیہ۔

ترجمہ:- ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سعید نے عبید سے اور ان سے علی بن ربیعہ نے بیان کیا اور انہوں نے مغیرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اس طرح کا نہیں کہ جس طرح کسی اور پر باندھے۔ تو جو شخص میری طرف کوئی جھوٹ منسوب کرتا ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ جس شخص پر ماتم کیا جائے تو اس پر ماتم کے باعث عذاب  
کیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس میت پر ماتم کیا جائے تو اس پر  
ماتم کے باعث عذاب ہوگا۔ اس صورت میں اس حدیث سے بھی یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ  
ماتم کرنے والے کو سزا ملتی ہے۔ تو یہ بات صحیح سمجھ میں آتی ہے۔ کیونکہ وہ ماتم کر کے گناہ کی  
سزا کا مرتکب ہو رہا ہے لیکن میت کو سزا کیوں ہوگی۔ کیا ایک آدمی کے گناہ کا بوجھ دوسرا شخص  
اٹھائے گا۔ جبکہ قرآن پاک میں نہایت واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ لا تزر وازرة وزر اخرى  
(یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے اس اشکال کا نہایت عالمانہ اور حکیمانہ جواب دیا ہے  
۔ وہ فرماتے ہیں کہ فرشتے میت کو اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے سزا دیں گے اور اس وقت  
ان کی زبان پر نوحہ کے وہی کلمات جاری ہوں گے جو اس کے اہل خانہ پڑھ کر اس پر نوحہ  
خوانی کرتے تھے۔ تاکہ اس کے لیے اتمام حجت ہو کہ وہی کلمات اس کی زندگی میں پڑھے  
جاتے تھے لیکن وہ انہیں روک نہیں سکا بلکہ عملی طور پر وہ اس میں شریک رہتا تھا جس کی وجہ  
سے اب وہ سزا کا مستحق ہو گیا۔

### حضرت شاہ صاحب کا قول ملاحظہ کیجئے:

ای بعد به الملائكة جزاء الأعمال السيئة و بحرون  
فی ذلك الوقت علی السنتهم بحضوره بكلمات  
نبح بها فلا يرد بالآية ولا تزر وازرة الخ۔  
كذا سمعت عن الشيخ المحدث سلمه ربه۔

(جلد ۱۸، ۱۱۸ ب)

ترجمہ:- باب مایکمرہ من النباحة علی المیت یعنی میت کی  
بد اعمالیوں کی وجہ سے فرشتے اس کو سزا دیں گے۔ اور اس وقت ان کی  
زبان پر لوح کے وہی کلمات جاری ہوں گے جو اس کے سامنے پڑھے  
جاتے تھے اس لیے اب قرآنی آیت ولا تزر وازرة وزر أخری سے  
اس حدیث کا تضاد نہیں رہا۔ میں نے شیخ الحدیث سے اسی طرح سنا۔

۱۶- باب من احب الدفن فی الارض المقدسة ونحوها۔ ترجمہ: جو شخص کسی  
متبرک جگہ یا اسی طرح کی جگہ میں دفن ہونے کی خواہش کرے۔

امام بخاری نے مقدس مقامات پر دفن ہونے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔  
جس کے تحت صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنی محمود نا عبدالرزاق نامعمر عن ابن  
طائوس عن ایہ عن ابی ہریرة قال ارسل ملک  
الموت الی موسی علیہما السلام فلما جاءه  
صکة ففقا عينه فرجع الی ربہ فقال ارسلتنی  
عبدالایرید الموت فردالله الیه عینه فقال ارجع فقل  
له یضع یدہ علی متن ثورہ فله بكل ما غطت به یدہ  
بکل شعرة سنة قال ای رب ثم ماذا قال ثم الموت  
قال فالآن فسأل الله ان یدنیه من الارض المقدسة  
رمیة بحجر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم  
فلو کنت ثم لا ریتکم قبره الی جانب الطریق  
عند الکئیب الاحمر۔

ترجمہ:- مجھ سے محمود نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرزاق نے روایت کی۔

ان سے عمر نے ابن طاؤس کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو بھیجا گیا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے طمانچہ مارا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور کہا تو نے مجھے اس بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ ٹھیک کر دی۔ اور فرمایا اس کے پاس جاؤ اور انہیں کہو وہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھیں اور ہر بال کے عوض انہیں ایک سال زندگی عطا کی جائے گی۔

موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار پھر کیا ہوگا۔ فرمایا۔ موت! موسیٰ بولے پھر تو ابھی آجائے اور خدا کے حضور گزارش کی کہ پتھر پھینکنے کی حد پر ارض مقدس قریب کر دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں راستے پر لال ٹیلے کے قریب ان کی قبر دیکھاتا۔

اس حدیث سے بظاہر پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طویل حیات چاہتے تھے۔ اس لیے جب موت کا فرشتہ ان کی روح نکالنے کے لیے پہنچا تو انہوں نے گھبرا کر اس کو زد و کوب کیا۔ سوال یہ ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ کیا واقعہ وہ طویل زندگی کے طالب تھے۔ اور پھر ایسی صورت میں کیا ان کا یہ خیال رضاء الہی کے خلاف نہیں ہوتا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ نے اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مثالیہ تھا جو اللہ کی طرف سے انہیں دکھایا گیا۔ جیسا کہ داؤد علیہ السلام کے سامنے دو جھگڑنے والوں کا واقعہ انہیں دکھایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلی خواہش ارض مقدس جانے کی تھی۔ لیکن موت کے فرشتے کا انسانی صورت میں آکر ان کی روح نکالنے کے لیے کہنا ان کی

خواہش کے خلاف ہو رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے بشری تقاضے کے تحت اس کو زد و کوب کیا۔  
انہیں کیا معلوم کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ فرشتہ ہے۔

تاویل هذا الحديث عندي ان هذه واقعة صورة  
مثالية كما ظهرت الخصوم لدائود عليه السلام  
فكما ان الرويا يكون لها بعين فكذلك للوقائع  
المثالية الظاهرة على اهل الله بعين فظهرت في تلك  
الواقعة محبة موسى للهجرة على ماتعطيها الجملة  
البشرية لطماء مناقشة فظهر قوة دعائه و همته فقاء  
بعين الملك - الشيخ ولي الله سلمه الله -

(جلد ۱، ق ۱۲۲، ب)

ترجمہ:- میرے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ یہ واقعہ صورت  
مثالیہ ہے جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو دو جھگڑنے والوں کی صورت میں  
دکھایا گیا۔ جس طرح خوابوں میں آنکھوں سے واقعات دکھائے جاتے  
ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ کے سامنے آنکھوں سے مثالی واقعات دکھائے  
جاتے ہیں۔ پس اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (قلطین کی  
طرف) ہجرت کی دلی خواہش بشری جملہ میں طمانچہ اور مناقشہ کی صورت  
میں ظاہر ہوئی اور ان کی قوت دعا اور ہمت فرشتہ کی آنکھ پھوٹنے کی صورت  
میں ظاہر ہوئی۔ شیخ ولی اللہ سلمہ اللہ۔ (خلاصہ یہ کہ نہ حضرت موسیٰ نے  
طمانچہ مارا اور نہ فرشتے کی آنکھ پھوٹی بلکہ یہ صورت مثالیہ تھی)۔

۱۷- باب المیت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي - ترجمہ: میت کو صبح و شام  
اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔

امام بخاری نے میت کو صبح و شام ٹھکانا دکھائے جانے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو یہ ہے۔

حدثنا اسمعيل بن مالك عن نافع عن عبد الله بن  
عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان  
احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة  
والعشى ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة  
وان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال هذا  
مقعده حتى يبعثك الله يوم القيمة۔

ترجمہ:- ہم سے اسمعیل نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی وفات پا جاتا ہے تو صبح و شام اس کے سامنے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتیوں میں سے ہے تو اس کے سامنے اہل جنت کا ٹھکانا اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہے تو اس کے سامنے اہل دوزخ کا ٹھکانا۔ اور دونوں سے ان کے اٹھائے جانے تک کہا جاتا رہے گا کہ قیامت کے دن یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا معنی میرے نزدیک یہ ہے کہ یہی تمہارا ٹھکانا یوم قیامت کا ہے جس کو تم نے دیکھا ہے۔ اس لیے انتظار کرو یہاں تک کہ قیامت میں تمہیں دوبارہ اٹھایا جائے۔ اصل عبارت دیکھئے:

معناه عندي هذا الذي رايته مقعدك يوم القيمة توقعه  
وانتظر حتى يبعثك۔ من شيخ المحدث سلمه۔

(جلد ۱، ق ۱۳۶، ص ۱۳۶)

ترجمہ:- اس کا معنی میرے نزدیک یہ ہے کہ یہی ٹھکانا جس کو تم نے دیکھا ہے۔ قیامت کے دن کا ٹھکانا ہوگا۔ اس لیے اسی کی توقع رکھو اور انتظار کرو یہاں تک کہ تمہیں اٹھایا جائے۔ شیخ الحدیث سلمہ کارشاد۔

۱۸- باب ما قبل فی اولاد المشرکین۔ ترجمہ: اولاد مشرکین کے بارے میں جو کہا گیا۔ امام بخاری نے اس باب میں اولاد مشرکین کے بارے میں چار احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں اول الذکر دو حدیثیں ایسی ہیں جو ایک ہی معنی و مفہوم ادا کرتی ہیں لیکن تیسری حدیث دوسرا معنی و مفہوم پیش کرتی ہے۔ دونوں طرح کی حدیثیں یہ ہیں:

(۱) - حدثنا حبان انا عبد الله انا شعبه عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اولاد المشرکین فقال الله اذا خلقهم اعلم بما كانوا عاملین۔

ترجمہ:- ہم سے حبان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا انہوں نے ابی بشر سے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے۔ انہوں نے ابن عباس سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تو وہ لوگ جو عمل کرنے والے تھے اس کو زیادہ جاننے والا تھا۔

(۲) - حدثنا آدم نا ابن ابی ذئب عن الزهري عن ابی سلمه بن عبدالرحمن عن ابی هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم كل مولود يولد يولد على الفطرة

الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه  
 كمثل البهيمة تنتج البهيمة هل ترى فيها جدعاء۔  
 ترجمہ:- ہم سے آدم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے ابو ذریب نے  
 بیان کیا۔ ان سے زہری نے اور ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے ابو ہریرہ  
 سے روایت کی انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ  
 (دین) فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی  
 یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جانور کی مانند جس سے جانور پیدا ہوتا ہے۔ کیا تم  
 دیکھتے ہو کوئی ناقص الاعضاء ہو۔

ان دونوں احادیث میں پہلی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کی اولاد جب  
 پیدا ہوتی ہے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ جبکہ  
 دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے والدین  
 مجوسی، یہودی یا نصرانی ہوتے ہیں تو اپنے ہی مذہب کا پیروکار انہیں بنا دیتے ہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے ان دونوں احادیث میں مطابقت پیدا کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ  
 كل مولود يولد على الفطرة والى حدیث عام اور مخصوص البعض ہے کیونکہ غلام والی  
 حدیث بھی پیش نظر ہے جس کو حضرت خضر نے اس کے فطری کافر ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا  
 تھا اس لیے یہاں آنحضرت نے ان کا عام حال جو بعض جگہ مخصوص ہے بیان کر دیا کہ انسان  
 کے بچے جنت میں ہوں گے۔ لیکن وہ کیا کریں گے اس کے بارے میں محقق طور پر بتا دیا  
 کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ شاہ صاحب کی تحقیق کی اصل عبارت یہ ہے:

الجمع بين الحديثين ان كل مولود يولد الحدیث  
 عام مخصوص البعض لحدیث الغلام الذی قتله

الخضر طبع کا فرافین النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 حالہم بالعام المخصوص البعض ان اولاد الناس  
 فی النجۃ و بین بیانا محققا اللہ اعلم بما کانوا  
 عاملین۔ من الشیخ المحدث۔ (جلد ۱، ق ۱۲۷/الف)  
 ترجمہ:- ان دونوں حدیثوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ کل  
 مولود یولد والی حدیث کو عام مخصوص البعض قرار دیا جائے۔ کیونکہ غلام والی  
 حدیث بھی ہے جس کو خضر نے اس کے فطری کافر ہونے کی وجہ سے قتل کر  
 دیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عام حال جو بعض جگہ  
 مخصوص ہے بیان کر دیا کہ لوگوں کی اولاد میں سے بعض بچے جنت میں  
 ہوں گے۔ لیکن وہ آئندہ کیا کریں گے اس کے بارے میں محقق طور پر  
 بتا دیا کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ شیخ الحدیث کا ارشاد:

۱۹- باب ماادی زکوٰۃ فلیس بکنز لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 لیس فیما دون خمس اواق صدقة۔ ترجمہ: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ  
 کنز (خزانہ) کے ذیل میں نہیں آتا۔ ارشاد نبوی ہے پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔  
 امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں چار احادیث نقل کی ہیں جو زکوٰۃ کی  
 ادائیگی سے متعلق ہیں۔ تیسری حدیث دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر  
 رضی اللہ عنہ کے اختلافی نظریے پر مشتمل ہے۔ جو ادائیگی زکوٰۃ کے بارے میں وہ رکھتے  
 تھے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنی علی بن ابی ہاشم انہ سمع ہیشماً انا  
 حصین عن زید بن وہب قال مررت بالربذة فاذا انا  
 باہی فرقلت له ما اتزلك منزلك هذا قال كنت

بالشام فاختلغت انا و معاوية في (الذين يكتزون  
الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله) قال  
معاوية نزلت في اهل الكتاب فقلت نزلت فينا و  
فيهم فكان بيني و بينه في ذلك فكتب الي عثمان  
يشكروني فكتب الي عثمان ان اقدم المدينة فقد  
متها فكسر علي الناس حتى كانوا لم يروني قبل  
ذلك فذكرت ذلك لعثمان فقال لي ان شئت  
تنجبت فكتت قريباً فذلك الذي انزلني هذا المنزل  
ولو امر و اعلى حبشياً لسمعت و الطعت۔

ترجمہ :- ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا۔ انہوں نے ہاشم سے سنا۔  
انہوں نے کہا ان سے حسین نے بیان کیا ان سے زید بن وہب نے بیان  
کیا۔ انہوں نے کہا میرا گذر رزہ سے ہوا وہاں مجھے ابو ذر طے۔ میں نے  
ان سے پوچھا آپ یہاں کیوں مقیم ہیں۔ بولے میں شام میں تھا تو مجھ  
میں اور معاویہ میں قرآنی آیت (والذین یکنزون الذهب  
والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ) کی تشریح میں اختلاف  
ہو گیا۔ معاویہ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔  
میرا خیال تھا کہ ہمارے اور اہل کتاب دونوں کے بارے میں نازل ہوئی  
اس سلسلے میں میری اور ان کی خوب بحث ہوتی رہی۔ انہوں نے حضرت  
عثمان کو میری شکایت لکھ بھیجی۔ تو حضرت عثمان نے مجھے لکھا۔ دینے  
آ جاؤ۔ چانچہ میں چلا آیا۔ تو لوگوں کا میرے پاس اس قدر ہجوم ہوا کہ گویا  
اس سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے اس کا تذکرہ  
حضرت عثمان سے کیا تو انہوں نے کہا تمہیں پسند ہو تو ایسی جگہ گوشہ نشین

ہو جاؤ جو مدینہ کے قریب ہو۔ اس سبب سے میں یہاں مقیم ہوں اگر مجھ پر  
کوئی حبشی امیر مقرر کر دیا جائے تو میں اس کے سمع و طاعت کا  
پابند رہوں گا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کے ذیل میں تفصیل سے اس کے حاشیہ میں گفتگو کی  
ہے اور پورے واقعہ کو نقل کیا ہے جو لو امر و اعلیٰ حبشیا لسمعت و اطاعت کے  
تحت ہے۔ شاہ صاحب کی تفصیلی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ  
مال جمع کرنے کو غلط سمجھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا وصال ہوا تو ان کے پاس کافی  
مال تھا۔ جس کو حضرت ابوذر غفاری غلط تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان سے محاسبہ ہوگا۔  
حضرت کعب بن احبار کہتے تھے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا ہو چکی ہو وہ مال پاک ہو گیا اور ایسے  
مال کے جمع ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس بات پر دونوں میں کافی اختلاف بڑھ گیا  
یہاں تک کہ حضرت ابوذر انہیں مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ وہ بھاگ کر حضرت عثمانؓ کی پناہ  
میں چلے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ انہیں کے ہم خیال تھے۔ جب حضرت  
ابوذر غفاری مارنے کے لیے وہاں پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں اس حرکت سے منع کیا اور  
فرمایا کہ حضرت کعب کا خیال صحیح ہے۔ آپ انہیں نہ ماریں۔ لیکن حضرت ابوذرؓ اس سے باز  
نہ آئے تو انہیں شام کے علاقہ میں بھیج دیا گیا۔ وہاں انہوں نے حضرت معاویہ سے بھی  
جھگڑا شروع کر دیا تو عثمانؓ نے وہاں سے انہیں ربذہ منتقل ہو جانے کے لیے حکم صادر  
کر دیا۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

عبدالرحمن بن عوف لمات و تترك مالا كثيرا  
جددا تكلموا فيه فبعضهم قالوا انه يحاسب ويستال  
بجمع المال واسباب الدنيا۔ ويتوقفون اخرون

ويا ولون باحسن المحامل فيينا هم كذلك حتى  
 سأل رجل من كعب الاحبار بمحضر من الصحابة  
 عن شأنه وفيهم ابوذر الغفاري فقال كعب الاحبار  
 لا بائس له منه لانه كان يودي الزكوة من ماله  
 فغضب ابوذر وزعم انه يعذب باحصالها و يصير  
 مورد الوعيد لقوله عز وجل و الذين يكتزون  
 الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشر  
 هم بعذاب اليم اى لا يصرفون المال كله في  
 المحتاجين بل يتركون مجتمعا في الخزانة فالوعيد  
 وارد عليهم فاجاب كعب الاحبار ان هذا الوعيد  
 كان قبل نزول حكم الزكوة واما بعد النزول  
 وادائها فلا اثم على جمع المال ولم يصير الجمع  
 مطلقا اثم انه لما سمع ابوذر هذه المقالة  
 قام مغاضبا و اراد ان يضربه بعصاه فعظم كعب  
 شأنه ووقره بصحبته ولم يقم بين يديه حتى  
 فروجاء عند عثمان رضى الله عنه و هو جالس في  
 العدالة و استظهر خلف ظهره فتعاقب ابوذر حتى  
 بلغ مجلس عثمان و اراد ان يضربه بنحوره فسأل  
 عثمان منشأه فامتنع ابوذر وقال انك على الباطل  
 و الحق ما يقول كعب فتجادل ابوذر مع عثمان  
 ولم يتنه عن ضرب كعب الاحبار فزجره عثمان  
 حتى قال ان ضربته ضربتك به و اخرجته من

الاسکرة وارسل الى الشام فاجتمع الغفار يون  
 على معاصمته فقال في هواهم لو امرنا على  
 عبداحشبا لسمعت واطعت ثم لما ذهب بالشام  
 اختلف مع معاوية في شان نزول الآية فطلبه  
 عثمان واقامه بالربذة۔ کذا سمعت عن الشيخ  
 سلمه الله تعالى في هذا المقام۔ (جلد ارق ۱۳۰ الف)

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمن بن عوف جب انکال کر گئے اور بہت سارا مال  
 چھوڑ گئے تو ان کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا۔ بعض نے کہا ان کے  
 جمع مال کے بارے میں ان سے کاہنہ ہوگا۔ بعض دوسرے لوگ توقف  
 کر رہے تھے۔ اور تاویل کر رہے تھے۔ اس زمانے میں ایک آدمی نے  
 صحابہ کرام کی ایک جماعت کی موجودگی میں حضرت کعب بن احبار سے ان  
 کے بارے میں سوال کیا۔ وہاں حضرت ابوذر غفاریؓ بھی موجود تھے۔  
 حضرت کعب بن احبار نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ  
 حضرت عبدالرحمن بن عوف زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر  
 غصہ ہو گئے۔ وہ دیکھتے تھے کہ مال جمع کرنے کی وجہ سے انہیں عذاب ہوگا۔  
 اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان والذین یکنزون الذهب والفضة  
 ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم کے وعید  
 کے مستحق ہوں گے۔ حضرت کعب بن احبار نے جواب دیا کہ یہ وعید زکوٰۃ  
 کے حکم نازل ہونے سے قبل کے لیے تھا لیکن جب زکوٰۃ کا حکم آ گیا اور اس  
 کی ادا ہو گئی تو مال جمع کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت ابوذر نے جب  
 یہ بات سنی تو نہایت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور ارادہ کیا کہ  
 انہیں اپنی لاشی سے ماریں لیکن حضرت کعب ان کا احترام کرتے ہوئے

ان کے بالقابل کھڑے نہیں ہوئے بلکہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کے یہاں پہنچ گئے۔ وہاں حلیکہ حضرت عثمانؓ اپنی مجلس میں جلوہ افروز تھے۔ ان سے انہوں نے مدد طلب کی۔ حضرت ابوذرؓ نے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی مجلس میں پہنچ گئے اور ان کے سامنے انہیں مارنا چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کا قصور معلوم کیا اور انہیں مارنے سے روکا۔ اور فرمایا آپ غلط کہہ رہے ہیں صحیح وہ ہے جو کعب کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذرؓ ان سے بحث و مباحثہ کرنے لگے اور حضرت کعب کے مارنے کے درپے ہو گئے۔ اس عمل پر حضرت عثمانؓ نے انہیں ڈانٹا۔ یہاں تک کہا کہ اگر آپ نے کعب کو مارا تو میں بھی آپ کو ماروں گا۔ اس کے بعد انہیں اسکرہ سے نکال دیا اور شام بھیج دیا۔ وہاں پہنچنے پر حضرت ابوذرؓ کے ماننے والے ان سے جھگڑنے لگے۔ حضرت ابوذرؓ نے ان کے جواب میں کہا اگر میرا امیر کوئی حبشی غلام بنا کر بھیج دیا جائے تو اس کی بات مانوں گا اور فرمانبرداری کروں گا۔ پھر جب حضرت ابوذرؓ شام گئے تو وہاں حضرت معاویہ سے اس آیت کے نزول کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔ ایسی صورت میں حضرت عثمانؓ نے انہیں وہاں سے واپس بلا لیا اور ربذہ میں اقامت پذیر کر دیا۔ میں نے شیخ سلمہ اللہ تعالیٰ سے اس مقام پر اسی طرح سنا۔

۲۰- باب فضل صدقة الصحيح الشحيح لقول الله عز وجل يا ايها الذين آمنوا انفقوا مما رزقناكم - الخ - ترجمہ:- مال کے حرم اور تندرستی کے وقت میں صدقہ کرنے کی فضیلت اس ارشاد خداوندی کی وجہ سے یا ايها الذين آمنوا انفقوا مما رزقناكم - الخ

امام بخاری نے صدقہ کی فضیلت کے بارے میں دو احادیث نقل کی ہیں۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا موسى بن اسمعيل نا ابو عوانة عن فراس عن  
الشبعي عن مسروق عن عائشة ان بعض ازواج  
النبي صلى الله عليه وسلم قلن للنبي صلى الله  
عليه وسلم آينا اسرع بك لحوقاً قال اطولكن يداً  
فاخذوا قصباً يذرعونها۔ فكانت سودة اطولهن  
يبدأ فعلمننا بعد انما كانت طول يدها الصدقة  
وكانت اسرعنا لحوقاً به صلى الله عليه وسلم  
وكانت تحب الصدقة۔

ترجمہ:- ہم سے موسیٰ بن اسمعیل نے بیان کیا۔ ان سے ابو عوانہ نے فراس  
کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے شعیب سے انہوں نے مسروق سے  
انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ بعض ازواج  
رسولؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ ہم میں  
سب سے پہلے کون آپ سے ملے گا۔ فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ ازواج  
مطہرات نے چھڑی ہاتھ میں لیکر اپنے ہاتھ اپنے شروع کر دیئے۔ تو سودہ  
کا ہاتھ لمبا نکلا۔ بعد ازاں ہمیں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد  
صدقہ (سختات) ہے چنانچہ (زینب) سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے ملیں اور انہیں خیرات کرنا بہت پسند تھا۔

اس حدیث سے بظاہر یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت سودہ کا ہاتھ چونکہ زیادہ لمبا تھا اس لیے  
انہیں کے بارے میں اشارہ کیا جا رہا ہے کہ وہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں  
گی۔ جبکہ یہاں صورت حال دوسری ہے، جس کی طرف شاہ صاحب وضاحت فرماتے ہیں۔

## شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کے ایک جملہ و کانت اسر عننا لحو قاہہ کے تحت لکھا ہے کہ کانت اسر عننا کی ضمیر مرفوع حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طرف نہیں لوٹ رہی ہے جیسا کہ بظاہر عبارت سے سمجھا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کی ضمیر حضرت زینب بنت جحش کی طرف لوٹ رہی ہے۔ جیسا کہ اس کی صراحت مستدرک حاکم وغیرہ کی روایات میں ملتی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

الضمیر المرفوع فی قوله و کانت اسر عننا لیس بعائد الی سودة وان کان ظاہر العبارة یوہم ذالک ہل ہو عائد الی زینب بنت جحش کما وقع التصریح بہ فی حدیث الحاکم وغیرہ۔ من الشیخ المحدث سلمہ اللہ عطاءً علی۔ (جلد ۱، ۱۳۱ الف)

ترجمہ آپ کے قول کانت اسر عننا کی ضمیر مرفوع حضرت سودہ کی طرف نہیں لوٹی۔ گرچہ ظاہر عبارت سے اس کا گمان ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی ضمیر حضرت زینب بنت جحش کی طرف لوٹی ہے۔ جیسا کہ اس کی صراحت حاکم اور دوسرے محدثین کی احادیث میں ملتی ہے۔ شیخ الحدیث سلمہ اللہ نے مجھ سے ازراہ عنایت فرمایا۔

۲۱- باب لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة۔ ترجمہ: پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

امام بخاری نے پانچ وسق سے کم ہونے پر زکوٰۃ کے عدم وجوب پر یہ باب باندھا ہے۔ جس کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا مسددنا یحییٰ نا مالک نی محمد بن

عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی صعصعة عن ابیه  
 عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم قال لیس فیما اقل من خمسة او سق صدقة  
 ولا فی اقل من خمسة من الابل الذود صدقة  
 ولا فی اقل من خمسة اواق من الورق صدقة۔

ترجمہ:- ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان  
 کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے محمد  
 بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعة نے اپنے والد سے۔ انہوں نے  
 ابوسعید الخدری سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔  
 اور نہ پانچ اوقیہ چاندی سے کم پر زکوٰۃ ہے۔

اس حدیث میں ”اواق“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جو تشریح طلب ہے کیونکہ  
 سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لفظ کیا ہے اور اس کی مقدار کیا ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس سلسلے میں اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اوقیہ  
 کی جمع ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے۔ ہمارے دیار کے وزن کے لحاظ سے  
 پانچ اوقیہ ۵۶ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ جس کی زکوٰۃ ڈیڑھ اوقیہ ہوگی۔ پھر اس کے بعد ہر  
 چالیس اوقیہ میں ایک اوقیہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔

شاہ صاحب کی تحقیق کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

جمع اوقیة وہی اربعین درهماً فخمسة اواق علی  
 وزن دیار ناست و خمسون اوقیة وزکوٰۃ

احلوا نصف اوقیہ ثم بعد ذلك فی کل اربعین  
 اوقیة واحدة کذا سمعت۔ (جلداول، ق ۱۳۸، الف)  
 ترجمہ:- (اواق) اوقیہ کی جمع ہے۔ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پس  
 ہمارے دیار کے وزن کے لحاظ سے پانچ اوقیہ ۵۶ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔  
 جس کی زکوٰۃ  $\frac{1}{4}$  اوقیہ ہوگی۔ پھر اس کے بعد ہر چالیس اوقیہ پر ایک  
 اوقیہ زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۲۲- باب قول اللہ عزوجل وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ  
 کے قول وتزودوا فان خیر الزاد التقوی کا باب۔

امام بخاری نے کتاب الحج کے ذیل میں مذکورہ باب باندھا ہے۔ اس میں  
 امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سامان حج میں بہترین توشہ تقویٰ  
 (پرہیزگاری) ہے اس کے ذیل میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:  
 حدثنی یحییٰ بن بشرنا شبابة عن ورقاء عن عمرو  
 بن دینار عن عکرمہ عن ابن عباس قال کان اهل  
 الیمن یحجون ولا یتزودون ویقولون نحن  
 المتوکلون فاذا قدموا مکة سألوا الناس فانزل اللہ  
 تعالیٰ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔

ترجمہ:- مجھ سے یحییٰ بن بشر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے شبابہ  
 نے بیان کیا۔ انہوں نے ورقاء سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں  
 نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے فرمایا۔ اہل یمن حج  
 کرتے تھے لیکن توشہ نہیں لے جاتے اور کہتے کہ ہم لوگ متوکلین میں سے  
 ہیں جب وہ مکہ پہنچتے تو دست سوال پھیلاتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے  
 وتزودوا فان خیر الزاد التقوی والی آیت نازل کی۔

شاہ صاحب نے مذکورہ آیت کی بڑی اچھی تشریح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خیر الخواص یعنی سے مراد بہترین فائدے کا وہ گوشہ لے جانا ہے جو آدمی کو سوال کرنے، چوری کرنے اور حرم طمع سے محفوظ رکھے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

ای محیر فوالد اتعاذ الزاد هو التعفف عن السؤال  
والسرقة و الطمع کذا سمعت۔ (جلد ۱، ق ۱۴۱/الف)

ترجمہ:- بہترین فائدے کی چیز وہ گوشہ لے جانا ہے جو آدمی کو سوال کرنے، چوری کرنے اور حرم کرنے سے روک دے۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۲۳- باب الوقوف بعرفة۔ ترجمہ: عرفات میں قیام کا باب۔

امام بخاری نے وقوف عرفہ کے سلسلے میں یہ باب ہاندھا ہے۔ جس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا علی بن عبد اللہ نا سفیان نا عمرو نا محمد  
بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال کنت اطلب بعیر  
الی ح و نامسد نا سفیان عن عمرو انه سمع  
محمد بن جبیر عن ابیہ جبیر بن مطعم قال جبیر  
بن مطعم اضللت بعیر الی فذهبت اطلبه یوم عرفه  
فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقفا بعرفه  
فقلت هذا واللہ من الحمسن فما شانہ ہنا۔

ترجمہ:- ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عمرو نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میرا بوز گم ہو گیا۔ میں عرفہ کے دن اسے لا محفوظ رہا تھا۔ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں کھڑے دیکھا۔ میں نے کہا بخدا یہ مس سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ یہاں کیا لینے آئے ہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے ذیل میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے علاوہ ہجرت سے قبل ایک اور حج کیا تھا۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

اعلم انه يفهم من هذا الحديث انه صلى الله عليه  
وسلم حج حجة آخر قبيل الهجرة سوى حجة  
الوداع۔ كذا سمعت۔ (جلد ۱، ق ۱۵۳، ارب)

ترجمہ:- جان لو۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل حجۃ الوداع کے علاوہ ایک اور حج کیا تھا۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۲۴- باب من اشترى هدية متن الطريق وقلدها۔ ترجمہ: جو شخص قربانی کا جانور راستہ میں خریدے اور اسے ہار پہنائے۔

امام بخاری نے قربانی کے جانور خریدنے اور اسے ہار پہنانے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے جس کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا ابراهيم بن المنذر نا ابو ضمرة نا موسى بن  
عقبة عن نافع قال اراد ابن عمر الحج عام  
حجة الحرورية في عهد ابن الزبير فقبل له ان الناس  
كائن بينهم قتال و نخاف ان يصدوك فقال لقد  
كان لكم في رسول الله اسوة حسنة اذا اصنع كما

صنع اشهد کم انی او جبت عمره حتی اذا کان  
 بظاہر البیداء قال ماشان الحج والعمرة الا واحد  
 اشهد کم انی جمعت الحجۃ مع عمرتی و اهدی  
 ہدیاً مقلدا اشتراہ حین قدم فطاف بالبيت  
 وبالصفاء والمرورہ ولم یزد علی ذالک ولم یحلل من  
 شئی حرم منه حتی یوم النحر فحلق و نحرورای ان  
 قد قضی طوافہ الحج والعمرة بطوافہ الاول ثم قال  
 کذلک صنع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا انہوں نے کہا۔ ہم سے  
 ابو ضمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔  
 انہوں نے حضرت نافع سے بیان کیا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان  
 کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اس سال حج کا ارادہ کیا جس سال  
 حروریہ کے خوارج نے ابن الزبیر کے عہد خلافت میں حج کا ارادہ کیا تھا۔  
 ان سے کہا گیا اس سال جنگ کا خطرہ ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو  
 روک نہ دیا جائے۔ انہوں نے جواب میں کہا ”تمہارے لیے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔ میں وہی کچھ کروں گا جو رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر  
 عمرہ (بھی) واجب کر لیا۔ جب بیداء کے میدان میں پہنچے تو فرمایا حج اور  
 عمرہ ایک ہی تو چیز ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے حج اور عمرہ  
 ملا دیا۔ اور ہار چھنایا ہوا جانور بھی ساتھ لے لیا۔ حتیٰ کہ مکہ میں پہنچے۔ کعبہ اور  
 صفا اور مروہ کا طواف کیا اور اس میں مزید اضافہ نہیں کیا اور حالت احرام  
 میں جو امور ممنوع ہیں انہیں جائز نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ قربانی کے دن

سرمنڈا کر قربانی کی۔ اور سوچا کہ ان کا پہلا طواف ہی حج اور عمرہ کے طواف کے لیے کافی ہے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

اس حدیث میں عام حجۃ الحرة (سال حورہ) کی عبارت ملتی ہے۔ جس کی وضاحت ضروری تھی۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سال کو سال محاصرہ ابن الزبیر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے۔ وہ یہ ہے کہ قصہ حکیم کے بعد جس طرح حوراء کے خوارج نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ اسی طرح اس باغی جماعت نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

سمی عام محاصرہ ابن الزبیر ایضا بعام  
الحرورية لمناسبة بينهما انه كما كانوا اخوارج  
الحروراء بغوا على خليفة حق یعنی علی رضی اللہ  
عنه بعد قصة التحكيم. كذلك الفئة الباغية حاربوا  
عن عبدالله بن الزبير. كذا سمعت۔

(جلد ۱، ق ۱۵۶، الف)

ترجمہ:- سال حورہ کو سال محاصرہ ابن الزبیر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح حوراء کے خوارج نے قصہ حکیم کے بعد حضرت علی سے بغاوت کر دی تھی اس طرح انہوں نے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۳۵- باب بفعل بالعمرة ما بفعل بالحج۔ ترجمہ: جو حج کے افعال ہیں وہی عمرہ کے

افعال ہیں۔

امام بخاری نے حج اور عمرہ کے یکساں اعمال ثابت کرنے کے لیے یہ باب  
باندھا ہے۔ جس کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا ابو نعیم ناہمام نا عطاء قال حدثنی  
صفوان بن یعلی بن امیہ عن ابیہ ان رجلا اتی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم وهو بالجمرانۃ وعلیہ جبة  
وعلیہ اثر الخلق او قال صفرة فقال کیف تامرنی  
ان اصنع فی عمرتی فانزل اللہ علی النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم فینثر بثوب فقلت لعمر ووددت انی  
قل رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد انزل علیہ  
الوحي فقال عمر تعال ایسرك ان تنظر الی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم وقد انزل اللہ علیہ الوحي  
قلت نعم فرفع طرف الثوب فنظرت الیہ وله  
غطیط واحسبه قال كغطیط البکر فلما سری عنہ  
قال ابن السائل عن العمرة اخلع عنک الحبة  
واغسل اثر الخلق عنک وابق الصفرة واصنع فی  
عمر تک كما تصنع فی حجک۔

ترجمہ:- ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے ہمام نے بیان  
کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عطاء نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے صفوان  
بن یعلی بن امیہ نے اپنے والد سے بیان کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں ایک شخص  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ہر آنہ میں

تشریف رکھتے تھے۔ اس شخص نے چونغ زیت تن کر رکھا تھا جس پر خوشبو یا زعفران کا اثر تھا۔ اس نے سوال کیا آپ مجھے عمرہ کے دوران کن امور کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی۔ آپ پر کپڑا اتانا گیا۔ اور میری خواہش تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی دیکھوں حضرت عمر نے کہا آؤ! کیا تم چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کپڑا کا ایک کونہ سرکایا تو میں نے دیکھا آپ خراٹے لے رہے ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے کہا اونٹ کی طرح خراٹے لے رہے ہیں۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمرہ کی بات بولنے والا کدھر گیا۔ (اسے چاہیے کہ) اپنا چونغ اتار دے خوشبو زائل کر دے اور زعفران کو دھو ڈالے اور عمرہ میں وہی کرے جو حج میں کیا جاتا ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں عمرہ کرنے والے کو خوشبو زائل کرنے اور زعفران دھو ڈالنے (اغسل اثر الخلق عنک وانق الصفرة) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ یہ امام شافعی کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے یہاں احرام سے قبل خوشبو لگانے سے کوئی ہرج نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں دھونے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ خوشبو کی وجہ سے نہیں بلکہ زرد رنگ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

هذا يخالف مذهب الشافعي حيث لا يبالى  
بالطيب ان استعمل قبل الاحرام لكن سمعت عن  
الشيخ المحدث انه امر الغسل لعله اللون الاصفر  
لا الطيب۔ (جلد ۱، ق ۱۶۳، ص ۱)

ترجمہ:- یہ حدیث امام شافعی کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ احرام سے قبل خوشبو استعمال کرنے کو منع نہیں کرتے۔ میں نے شیخ الحدیث (شاہ ولی اللہ) سے سنا ہے کہ دھونے کا حکم خوشبو کی وجہ سے نہیں بلکہ زرد رنگ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

۲۶- باب من قال لیس علی المحصر بدل۔ ترجمہ: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے روک دیئے جانے والے پر قضا لازم نہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص قربانی کا جانور لے جانے سے روک دیا جائے تو اس پر قضا ضروری نہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا اسمعيل بن مالك عن نافع بن عبد الله بن عمر قال حين خرج الى مكة معتمرا في الفتنة ان صددت عن البيت صنعنا كما صنعنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاهل بعمره من اجل ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اهل بعمره عام الحديبية ثم ان عبد الله بن عمر نظر في امره فقال ما امرهما الا واحد فالتفت الي اصحابه فقال ما امرهما الا واحد اشهدكم اني قد اوجبت الحج مع العمرة ثم طاف لهما طوافاً واحداً وراى ان ذلك مجزأ عنه واهدى۔

ترجمہ:- ہم سے اسماعیل نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے نافع سے بیان کیا انہوں نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قنہ کذا میں

عمرہ کی فرض سے مکہ کی طرف چلے تو کہا اگر ہمیں روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر عبد اللہ بن عمر نے سوچا یہ دونوں (حج اور عمرہ) ایک ہی چیز ہیں۔ اپنے دوستوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہا ان دونوں میں یا فرق ہے؟ میں تمہیں گواہ بنا کر اپنے اوپر عمرہ کے ساتھ حج کو لازم قرار دیتا ہوں پھر دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا اور ان کے خیال میں یہ کافی تھا۔ اور قرآنی کا جانور بھی ساتھ لے گئے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کی آخری سطر میں ”تجووا“ کا لفظ ملتا ہے۔ جس کے بارے میں شاہ صاحب کا خیال ہے کہ یہ فعل ”رای“ کا مفعول ہے بغیر ”نن“ کے یا اس کو خبر مانا جائے تاکہ ”نن“ مقدر ہو، اور اس صورت میں یہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہے جو کہتے ہیں کہ ”نن“ دونوں پر دلکھب کرتا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

علی النصب مفعول رای بلون لفظ ان لو یکون

خبر الیکون المقدر لو علی منھب من فھب ان

بنصب الحزائین کفاسمت۔ (جلد ۱ ص ۱۶۵) (ب)

ترجمہ:- ”تجووا“ حالت نصب میں ہے جو رای کا مفعول ہے۔ بلیر لفظ

نن کے ”یا یہ خبر ہے تاکہ“ مقدر ہو یہ ان لوگوں کے مسلک کے مطابق

ہوگا جو کہتے ہیں کہ ”نن“ دونوں پر دلکھب کرتا ہے۔

۲۷- باب حج المرأة عن الرجل۔ ترجمہ: عورت کا حج مرد کی طرف سے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا

ہے کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن مسلمة عن مالك عن مالك عن  
ابن شهاب عن سليمان بن يسار عن عبدالله بن  
عباس قال كان الفضل رديف النبي صلى الله عليه  
وسلم فحاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر  
اليهاو تنظر اليه وجعل النبي صلى الله عليه وسلم  
بصرف وجه الفضل الى الشق الاخر فقالت ان  
فريضة الله ادركت ابي شيخاً كبيراً لا يثبت على  
الراحله افاحج عنه قال نعم و ذلك في حجة  
الوداع۔

ترجمہ:- ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے مالک سے بیان کیا۔ انہوں نے  
شہاب سے اور انہوں نے سلیمان بن یسار سے روایت کی انہوں نے  
عبد اللہ بن عباس سے روایت کی۔ انہوں نے کہا فضل رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ہمراہ سوار تھے۔ بنو خثعم کی ایک عورت آئی۔ فضل اس کی جانب  
اور وہ ان کی جانب دیکھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا منہ دوسری  
طرف موڑنے لگے۔ وہ بولی اے اللہ کے رسول میرے باپ پر حج فرض  
ہے۔ لیکن وہ (ضعف کے باعث) سواری پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی  
طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ فرمایا ہاں! یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں سوال کرنے والی عورت ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض  
روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سوال کرنے والا مرد تھا۔ اور اس روایت سے بھی مرد کے عہدت  
کی طرف سے حج کرنے کے سلسلے میں دلیل حاصل کی گئی ہے۔ امام بخاری نے باپ حج

المرأة عن الرجل قائم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ مشہور روایت یہی ہے کہ سوال کرنے والی عورت تھی اور مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ ان کی اصل مہارت یہ ہے:

جاء في بعض الروايات ان السائل كان رجلاً  
وهذه الرواية تمسك بهافي مسألة حج الرجل عن  
المرأة فإشار البخاري إلى ان الرواية المشهورة انها  
كانت امرأة - من الشيخ ولي الله سلمه الله تعالى -  
(جلد ۱، ق ۱۶۹، الف)

ترجمہ:- بعض روایت میں آیا ہے کہ سائل مرد تھا۔ اور اس روایت سے مرد کے عورت کی طرف سے حج کرنے کے سلسلے میں دلیل قائم کی گئی ہے۔ اس لیے بخاری نے اشارہ کر دیا کہ مشہور روایت یہی ہے کہ وہ عورت تھی۔ شیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

۲۸- باب اجود ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يكون في رمضان -  
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں غیر معمولی سخاوت کرتے تھے۔  
امام بخاری نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت جو دو سخاوت کے بارے میں یہ باب باندھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ رمضان مبارک کے مہینے میں آپ سے زیادہ جو دو سخاوت فرماتے تھے۔ اس باب کے ذیل میں امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا موسى بن اسمعيل نا ابراهيم بن سعدانا ابن  
شهاب عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة ان ابن  
عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اجود  
للناس بالخير وكان اجود ما يكون في رمضان

حومن بلفقاه جبرئیل علیہ السلام وکان جبرئیل بلفقاه  
کل لیلة فی رمضان حتی ینسلخ، یرض علیہ  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فاذا لقیہ جبرئیل  
کان اجود بالخییر من الریح المرسلہ۔

ترجمہ:- ہم سے موسیٰ بن اسمعیل نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے  
ابراہیم بن سعد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے ابن شہاب نے بیان  
کیا۔ انہوں نے عیدالہ بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن  
عباس سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی  
خیر خواہی میں بہت زیادہ فیاض تھے۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر  
رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے کہ رمضان گزر جاتا۔ آپ  
جبرئیل کے سامنے قرآن مجید پڑھتے۔ جب جبرئیل آپ سے ملتے تو آپ  
تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہو جاتے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے اجود ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی  
رمضان کا جواب باءِ حا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں زیادہ  
سخاوت کرتے تھے۔ شاہ صاحب اس ترجمہ الباب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ لیکن جب رمضان المبارک  
کا مہینہ آتا تو آپ کی سخاوت ان سب سے زیادہ ہونے لگتی تھی۔ اس صورت میں امام  
بخاری نے ترجمہ الباب میں جود (سخاوت) کی جو نسبت ماکان کی طرف اشارہ کی ہے وہ  
بجاز محلی کی بنا پر ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

الا ظہر عندی فی معنی ترجمۃ الباب ان اسناد الجود

الی ماکان المفهوم من اجود ما کان محاز عقلی  
 والتقدير اجودا کوان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 يتحقق فی رمضان والحاصل ان الکنون الاخود من  
 اکوان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتحقق فی رمضان  
 فيکون کونه فی رمضان اجود من سائر اکوانه  
 واجوده الکنون محاز والحقیقة هو صلی اللہ علیہ وسلم  
 اجود فی وقته ذلك من سائر اوقاته فنسب الی اجود الی  
 ذلك الکنون اعنی کونه وتحققه فی رمضان  
 محازا۔ من فوائد الشیخ المحدث دام فضله وظله  
 علینا۔ (جلد ۱، ق ۱۷۳، الف)

ترجمہ:- ترجمہ الباب کے معنی میں میرے نزدیک واضح بات یہ ہے کہ مجد  
 کی نسبت جو ماکان کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ اجود ماکان سے  
 کجھ میں آتا ہے۔ مجاز عقلی ہے۔ اس صورت میں عبارت یہ ہوگی۔ اجواد  
 اکوان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتحقق فی رمضان  
 حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ نخی ہونا رمضان المبارک  
 میں ہوتا تھا۔ پس رمضان المبارک میں آپ کا زیادہ نخی ہونا دوسری تمام  
 زیادہ سخاوتوں کے مقابلہ میں مجازا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ  
 وسلم تمام اوقات میں زیادہ سخاوت کرنے کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک  
 میں زیادہ نخی ہوتے تھے۔ پس سخاوت کی نسبت رمضان المبارک میں  
 مجازا ہے۔ شیخ الحدیث دام فضله وظله علینا کے اقادات سے۔

۲۹- باب قول النبی لانکتب و لا نحسب۔ ترجمہ نخی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ

ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے۔

امام بخاری نے اس باب میں آنحضرت کا قول نقل کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے۔ اس کے ذیل میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا آدم نا شعبة نا الاسود بن قيس ناسعبد بن عمرو انه سمع ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال انا امة امية لا تكتب ولا نحسب الشهر هكذا هكذا يعني مرة تسعة وعشرين ومرة ثلثين۔

ترجمہ:- ہم سے آدم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے اور ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے سعید بن عمر نے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عمر سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم امی امت ہیں۔ ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے۔ مہینہ اتنے دنوں یعنی کبھی اسیس اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کتاب الصوم کے ذیل میں اس باب کو کیوں باندھا ہے۔ جبکہ یہ عربوں کے علم حساب سے عدم واقفیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس سوال کو خود ہی اٹھایا ہے اور پھر خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور بعض علماء نے علم نجوم کا حساب مراد لیا ہے۔ اس لیے امام بخاری نے یہاں اس کا ذکر کے اس خیال کو رد کیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

قوله باب قول النبي لا تكتب ولا نحسب الخ۔ فان

قلت ماوجه ادخال البخارى هذاالباب فى كتاب  
 الصيام ، قلت اختلف الناس فى معنى قوله صلى الله  
 عليه وسلم فاقدروا له فقال بعضهم معناه اقدروا له  
 بحساب التنجيم ذكر هذاالقول البغوى فى شرح  
 السنة عن جماعة من العلماء - فارا دالبخارى الرد  
 على ذلك وقال قديين النبى صلى الله على وسلم ان  
 العرب امة امية وليس عندهم حساب فمن المحال  
 ان يا مرهم النبى صلى الله عليه وسلم بما يعلم انهم  
 على مراحل من معرفته - من الشيخ المحدث ولى الله  
 دام ظله علينا - (جلد ۱، ق ۳۷۳ اب)

ترجمہ :- امام بخارى کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 لانکتب ولانحسب (ہم حساب کتاب کرنا نہیں جانتے) اگر آپ  
 سوال کریں کہ امام بخاری نے اس باب کو کتاب الصوم کے ذیل میں کیوں  
 بیان کیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول  
 فاقدروا له (شعبان کو تیس دن شمار کرو) کے معنی میں علماء نے اختلاف  
 کیا ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد نجوم کے حساب سے  
 معلوم کرنا ہے۔ اس قول کو امام بغوی نے شرح السنۃ میں علماء کے ایک گروہ  
 سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے یہاں اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کی ہے کہ عرب ناخواندہ قوم ہیں۔ ان  
 کے یہاں حساب کتاب کا کوئی ضابطہ وقانون نہیں تھا۔ اس لیے یہ محال  
 بات ہے کہ آپ عربوں کو ایسی بات کے لیے حکم صادر فرمائیں جس کی

پہاں میں انہیں تلف مراحل سے گذرنا پڑے۔ شیخ الحدیث ولی اللہ دام  
 ظلہ علینا سے نقل کیا گیا۔

۳۰- باب السواک الرطب واليابس للصائم۔ ترجمہ:- روزہ دار کا ترا اور خشک  
 سواک کرنا۔

امام بخاری نے روزہ دار کا سواک کرنے کے سلسلے میں یہ باب ہاندھا ہے۔ اس  
 کے تحت دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

ویدکر عن عامر بن ربیعہ قال رایت النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم یستاک وهو صائم ما لا احصى  
 او اعدو قالت عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 السواک مطہزة للغم مرصاة للرب وقال عطاء  
 وقتاده یبتلع ريقہ۔ وقال ابو ہریرة عن النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم لولا ان اشدق علی امتی لا مرنہم بالسواک  
 عند کل وضوء۔ ویروی نحوه عن جابر و زید بن  
 خالد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یخص  
 الصائم من غیرہ۔

ترجمہ:- عامر بن ربیعہ سے بیان کیا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اتنی بار سواک کر رہے ہیں کہ میں  
 شمار نہیں کر سکتا حالانکہ آپ روزہ سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ سواک منہ کو صاف رکھنے اور اللہ تعالیٰ کو  
 خوش کرنے کا ذریعہ ہے۔ عطاء اور قتادہ کہتے ہیں آپ اپنا تھوک نکل لیتے  
 تھے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اپنی

امت کے لیے دشوار نہ سمجھتا تو ہر نماز کے لیے مسواک لازم قرار دیتا۔ اسی طرح جابر اور زید بن خالد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ اس میں روزہ دار اور غیر روزہ دار کی کوئی تخصیص نہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے روزہ دار کے خشک اور تر مسواک کرنے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے السواک مطہرة للفقہ الخ والی حدیث اس باب کے ذیل میں کیوں بیان کیا ہے۔ کیونکہ اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس سوال کو خود ہی اٹھایا ہے اور پھر خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ایسا کر کے ایک لطیف حسن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کی طرف لوگوں کی کم توجہ جاتی ہے۔ امام بخاری درحقیقت امام شافعی کے استدلال کا جواب دیتے ہیں۔ استدلال یہ ہے کہ مسواک روزہ دار کے منہ کی بدبو زائل کر دیتی ہے۔ جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ امام بخاری اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا کے نزدیک پسندیدہ شئی ہے تو مسواک کے ذریعہ اس کا زائل کرنا بھی خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کرنا خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اب اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

قوله السواک مطہرة للفقہ الخ ادخل البخاری هذا الحدیث فی هذا الباب لمعنی لطیف قلما ینبہ له وهو الجواب عن استدلال الشافعی بان السواک یزیل خلوف الصائم المحبوب عند اللہ تعالیٰ و تقریر

الحوا ب ان الخلو ف وان كان محبوباً عند الله تعالى  
 فازالته بالسواك ايضاً محبوباً لقوله صلى الله عليه  
 وسلم مرضاة للرب - من الشيخ المحدث ولي الله  
 سلمه الله تعالى - (جلد ۱، ق ۵، ارب)

ترجمہ:- آپ کا قول السواك مطہرۃ للفم الخ۔ امام بخاری نے  
 اس حدیث کو اس باب میں ایک لطیف معنی کی وجہ سے داخل کیا ہے۔ جس  
 کی طرف دھیان کم جاتا ہے۔ اور وہ امام شافعی کے استدلال کا جواب دینا  
 ہے۔ استدلال یہ ہے کہ سواک روزہ دار کے منہ کی بدبو زائل کر دیتی  
 ہے۔ جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ تقریر جواب یہ ہے کہ روزہ دار کے  
 منہ کی بدبو گرچہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے لیکن سواک کے ذریعہ اس کا  
 زائل کرنا بھی اس لیے پسندیدہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود  
 ہی ارشاد فرما دیا ہے۔ مرضاة للرب یعنی سواک کرنا اللہ کی خوشنودی کا  
 ذریعہ ہے۔ شیخ الحدیث ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔

۳۱- باب منی یقضی قضاء رمضان - ترجمہ:- رمضان کے قضا روزے کب  
 رکھے جائیں۔

امام بخاری نے اس باب میں قضاء رمضان کے سلسلے میں دو احادیث نقل کی  
 ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

وقال ابن عباس لا بأس ان یفرق لقول عزوجل فعدة  
 من ایام احمر وقال سعید بن المسیب فی صوم  
 العشر لا یصلح حتی یبدأ برمضان وقال ابراہیم اذا فرط  
 حتی جاء رمضان آخر یصومهما ولم یر علیه طعاماً

ویدکر عن ابی ہریرۃ مرسلًا وابن عباس انہ یطعمم ولم  
 یدکر اللہ الاطعام انما قال فعدۃ من ایام اخر۔  
 ترجمہ:- ابن عباس فرماتے ہیں الگ الگ روزہ رکھنے میں کوئی قباحت  
 نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فعدۃ من ایام اخر۔ یعنی  
 دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لو۔ سعید بن المسیب نے کہا ذی الحجہ کے  
 روزے اس وقت تک اچھے نہیں جب تک رمضان کے قضا روزے نہ رکھ  
 لے۔ ابراہیم (نخعی) نے کہا اگر غفلت کے سبب دوسرا رمضان (بھی)  
 آگیا تو دونوں کے روزے رکھے۔ اس پر فدیہ کو واجب نہیں سمجھا۔  
 ابو ہریرہ سے مرسلًا اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ کھانا کھلائے۔  
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کھلانے کی شرط نہیں رکھی بلکہ صرف اتنا فرمایا دوسرے  
 دنوں میں گنتی پوری کر لے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ کسی شخص کے  
 رمضان کا روزہ کسی عذر سے چھوٹ جائے تو دوسرے رمضان کی آمد تک اس کی قضا نہ  
 کرے۔ جب دوسرا رمضان آجائے تو ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔  
 یہی قول امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔ شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ گویا ان علماء کرام  
 نے قرآنی آیت و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین سے اس مسئلے کو مستہلک کیا  
 ہے جبکہ بعد میں قضا کا حکم آگیا۔ تو ایسی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ فدیہ دینے  
 کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ قضا روزہ رکھیں۔ ایسی صورت میں امام بخاری پر نہایت تعجب ہے  
 کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے اطعام (یعنی کھلانے) کے لیے نہیں کہا۔ بلکہ

دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے کے لیے کہا۔ لہذا یہاں بہت غور کرنے کی بات ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

قوله ولم يذكر الاطعام آه ذهب جمع من التابعين الى ان من فاته شيء من صيام رمضان لعذر فلم يقضه حتى جاء رمضان آخر فعليه فدية طعام مسكين مكان كل صوم وبه قال مالك والشافعي۔ اقول و كانهم استنبطوا ذلك من قوله تعالى و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين بعد الامر بالقضاء فكان المعنى و على الذين يطيقون القضاء و لا يقضون فدية طعام مسكين و على هذا فليس العجب الا من البخاري حيث قال ولم يذكر الاطعام فتأمل حق التأمل۔  
 شيخ المحدث سلمه الله۔ (جلد ۱، ق ۷۷، الف)

ترجمہ:- امام بخاری کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کھلانے کو نہیں کہا ہے۔ تابعین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اگر کسی شخص کا رمضان کا روزہ کسی عذر کی بنا پر چھوٹ جائے تو اس کی قضا دوسرے رمضان کے آنے تک نہ کرے بلکہ جب دوسرا رمضان آجائے تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہی قول امام مالک اور امام شافعی کا ہے۔ میں کہتا ہوں گویا ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے قول و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے جبکہ اس کے بعد قضا کا حکم آچکا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں روزہ

کا قضا لازمی ہوگا۔ انہیں مسکین کا کھانا جائز نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں  
امام بخاری پر نہایت تعجب ہے کہ انہوں نے وسلم یذکر الاطعام  
کہا۔ شیخ الحدیث سلمہ اللہ نے فرمایا۔ اس پر پوری طرح غور کرو۔

۳۲- باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و افطارہ -

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا باب۔

امام بخاری نے یہ باب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ رمضان میں روزہ  
رکھنے اور افطار کرنے کے سلسلے میں قائم کیا ہے۔ جس کے ذیل میں تین احادیث نقل کی  
ہیں۔ آخری حدیث یہ ہے:

حدثنی محمد انا ابو خالد الاحمر انا حمید قال سألت  
انساً عن صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما کنت  
احب ان اراه من الشهر صائماً الا رأیتہ ولا مفطراً  
الا رأیتہ ولا من اللیل قائماً الا رأیتہ ولا نائماً الا رأیتہ ولا  
مست خنزقاً ولا حریرة البین من کف رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ولا شممت مسکة ولا عنبرة اطیب  
رائحة من رائحة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- محمد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے ابو خالد الاحمر نے  
بیان کیا ان سے حمید نے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضرت انس  
سے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو  
انہوں نے کہا میں آپ کو روزہ کی حالت میں کسی مہینہ دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا  
اور افکار کی حالت میں دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا۔ اور (اسی طرح) کلمات کو  
سوتے جاگتے جس حالت میں چاہتا دیکھ لیتا۔ کوئی حریر اور دبیجا

(کاغذ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم اور کوئی مٹک و نمبر کی خوشبو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر نہ تھی۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں الطیب الرائحة من رائحة یعنی آپ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہ تھی فرمایا گیا۔ حضرت شاہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ خوشبو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے نکلتی تھی جو بلا کسی خارجی خوشبو کے استعمال کے ہوتی تھی اصل عبارت یہ ہے:

كان ذلك الرائحة فائحاً من جسمه الشريف بلا  
دخول لاستعمال الطيب۔ کذا سمعت عن الشيخ۔

(جلد ۱، ق ۹، ۱۷۱ الف)

ترجمہ:- یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف سے نکلتی تھی جو بلا خارجی خوشبو کے استعمال کے ہوتی تھی۔ میں نے اسی طرح شیخ سے سنا۔

☆☆☆

## صحیح البخاری جلد دوم HL.No. 442B

۳۳- باب شراء الابل الهيم او الاجرب - الهائم المخالف للقصد في كل شيء - ترجمہ: استقا کے مریض یا خارش زدہ اونٹ کی تجارت کا باب - ہائم کے معنی ہیں ہر چیز میں پانندگی کے خلاف کرنے والا۔

یہ کتاب البیوع کا ایک باب ہے۔ جس میں استقا کے مریض یا خارش زدہ اونٹ کی تجارت کے بارے میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔ حدیث یہ ہے۔

حدثنا علي بن عبدالله ناسفیان قال قال عمرو كان  
هنا رجل اسمه نواس و كانت عنده ابل هيم فلهب  
ابن عمر فاشترى تلك الابل من شريك له فحاء اليه  
شريكه فقال بعنا تلك الابل فقال ممن بعتهما قال من  
شيخ كفلو كفا - فقال ويحك ذاك والله ابن عمر  
فحاء ه فقال ان شريكى باعك ابلاً هيماً ولم يعرفك  
قال فاستفها فما ذهب يستاقها قال دعها رضينا  
بقضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم لا علوى -  
سمع سفیان عمرواً -

ترجمہ:- ہم سے علی بن مہدائے نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا انہوں نے کہا عمرو (بن دینار) نے روایت کی کہ یہاں تو اس

مائی ایک شخص کے پاس مرض استسقا میں مبتلا ایک اونٹ تھا۔ ابن عمر نے جا کر اس کے ایک ساتھی سے وہ اونٹ خرید لیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھی سے جا کر کہا کہ ہم نے اونٹ بیچ دیا ہے اس نے دریافت کیا کس نے؟ اس نے کہا فلاں شکل و صورت کے ایک بزرگ کے ہاتھ، اس نے کہا تم پر افسوس وہ تو ابن عمر تھے۔ پھر وہ ابن عمر کے پاس آیا اور کہا میرے ایک ساتھی نے آپ کے یہاں ایک اونٹ بیچا ہے جو استسقا کا مریض ہے۔ اور اس نے آپ کو بتایا نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے ہانک کر لے جاؤ جب وہ لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا اسے رہنے دو۔ ہم خدا کے رسول کے اس حکم پر راضی ہیں کہ چھوت چھات کا کوئی حقیقت نہیں سفیان نے عمرو سے سنا۔

اس حدیث میں حضرت ابن عمر نے دو باتیں فرمائیں پہلے ایک بات یہ کہی کہ مریض اونٹ واپس لے جاؤ لیکن جب وہ تاجر اس کو واپس لے جانے لگا تو اس سے دوسری بات یہ کہی کہ واپس نہ لے جاؤ۔ اور یہ فرمایا کہ ہم آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر راضی ہیں جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا لا عدوی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے دو طرح کی باتیں کیوں کہیں۔ اس کا جواب کیا ہوگا۔ شاہ صاحب نے اس کا بڑا خوبصورت جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

جس وقت تاجر نے اونٹ لے جانے کے لیے کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ بیمار اونٹ ہے جس کا مرض متعدی ہے۔ جس سے دوسرے اونٹ متاثر ہو سکتے ہیں۔ اور بیمار پڑ سکتے ہیں۔ اس لیے اس کو لے جانے کی اجازت دے دی۔ اور کہا کہ لے جاؤ۔ لیکن معاذ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا جس میں

آپ نے فرمایا لا عدوی یعنی چھوت چھات کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اونٹ لے جانے سے روک دیا اور کہا کہ میں فرمان رسول پر یقین رکھتا ہوں۔ اور اس پر راضی ہوں۔ اس لیے واپس لے جانے سے منع کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کو لا عدوی والی حدیث یاد آئی تو فوراً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ مرض معمولی اور غیر متعدی ہے اس لیے کہا کہ اسے نہ لے جاؤ۔ میرے پاس چھوڑ دو۔ درحقیقت یہ دونوں اسباب نہ ہوتے تو حضرت ابن عمر یہ نہ فرماتے کہ میں قضاء رسول (لا عدوی) پر راضی ہوں۔ کیونکہ لا عدوی والی حدیث اس بات دلالت نہیں کرتی ہے کہ بیماری کی وجہ سے جانور کو واپس کر دیا جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں جانور کو واپس کر دینا شروع ہے۔ جس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔ جو یہ ہے۔

يحتمل قوله لا عدوی لوجهين احد هما ان ابن عمر  
اضمر في نفسه ان الابل الهيم تعدی مرضها الي سائر  
الابل وهذا عيب كبير فقال استفهام تذكّر حديث لا  
عدوی وبن علیہ کونها معيته في نفسها بعدان  
لا يكون معدية۔ فقال دعها وثانيهما انه تذكّر  
الحديث فاستنبط منه ان هذه الاسباب غير مستقلة  
فهان علیہ کونها معية وفوض الامر الى الله وقال  
دعها ولولا هذان الوجهان لم يتحه قوله رضينا بقضاء  
رسول الله لا عدوی لان قوله لا عدوی لا يدل علی  
ترك الرد بالعيب كيف والرد بالعيب مشروع۔ وقع  
الاجماع علی ذلك عن الشيخ المحدث ولي الله

سلمہ اللہ - (جلد ۲، ورق ۱۹۰ اب)

ترجمہ:- آپ کے قول لاعدوی میں دو باتوں کا احتمال ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ بیمار اونٹ ہے۔ جس کا مرض دوسرے اونٹوں میں پھیل سکتا ہے۔ یہ بڑا عیب ہے۔ اس لیے کہا کہ اس کو واپس لے جاؤ۔ لیکن پھر انہیں لاعدوی والی حدیث یاد آئی جس سے انہیں احساس ہوا کہ یہ بذات خود تو ایک مرض ہے لیکن پھیلنے والا نہیں ہے۔ اس لیے اب کہا کہ اس کو واپس نہ لے جاؤ۔ یہیں رہنے دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب انہیں یہ حدیث یاد آئی تو اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ مرض کے اسباب عارضی ہیں۔ جو انہیں معمولی نظر آیا۔ اس لیے یہ معاملہ اللہ کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو رہنے دو۔ یہ دونوں اسباب نہ ہوتے تو حضرت ابن عمرؓ یہ نہ کہتے کہ میں قضاء رسول پر راضی ہوں۔ کیونکہ لاعدوی والی حدیث عیب کی وجہ سے عدم واپسی پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ عیب کی وجہ سے کسی چیز کا واپس کر دینا مشروع ہے۔ جس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ شیخ الحدیث ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد۔

۳۴- دوسری تحقیق:

اس حدیث کے ذیل میں شاہ ولی اللہ کی ایک دوسری تحقیق ملتی ہے۔ جو لان شریکی باعک ابلا ہیما کے ذیل میں ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فقہاء کے مسلک کے مطابق ہونا یہ تھا کہ حضرت ابن عمرؓ کو عیب دار اونٹ ہونے کی وجہ سے اس کو واپس کر دینا چاہیے تھا۔ اور روک لینا ان کا اپنا معاملہ تھا۔ ایسی صورت میں جب انہوں نے اس کے خطرناک مریض ہونے کا خیال کیا تو اس کو واپس کر دینے کے لیے کہا لیکن جب لاعدوی والی حدیث انہیں یاد آئی تو اس کو واپس کرنے سے منع کر دیا۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

”قوله لان شريكى باعك ابلا هيماء الخ الوجه  
الموافق لمنهـب الفقها فى هذا الحديث ان ابن عمر  
كان له رد هذا لابل بحكم العيب و كان له امساكها  
فردى فى امره فرأى مرضها هينا و خاف عداها فعزم  
على ردها لا جل العدول ثم تذكر حديث لاعدوى  
فامسك عن الرد۔ المنقولة عن خط الشيخ  
سلمه الله۔ (جلد ۲، ق ۱۹۰، اب)

ترجمہ: اس شخص کا قول لان شريكى باعك ابلا هيماء الخ۔  
مسلك فقہاء کے موافق وجہ اس حدیث میں یہ ہے کہ عیب دار ہونے  
کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کو اس اونٹ کو واپس کر دینا تھا۔ اور اس کو  
روک لینا ان کا اپنا معاملہ تھا ایسی صورت میں جب انہوں نے اس  
کا مرض خطرناک محسوس کیا اور اس کے متعدی ہونے کا انہیں خوف ہوا  
تو اس کو واپس کر دینے کا ارادہ کیا۔ پھر جب لاعدوی والی حدیث یاد  
آگئی تو واپس نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

یہاں ایک دلچسپ قابل ذکر بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے شاگرد شیخ محمد الہ  
آبادی نے اس نسخے کے دوران درس یہ تحقیق سنی نہیں ہے۔ بلکہ خود شاہ صاحب نے کسی  
دوسرے نسخے سے نقل کی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اس عبارت کے بعد المنقوله عن  
خط الشيخ سلمه الله لکھ کر اس کی صراحت کر دی ہے۔ (جلد ۲، ق ۱۹۰، اب)

۳۵- باب التجارة فى ما يكره لبيسه للرجال والنساء۔ ترجمہ مرد و عورت کے  
مکروہ لباس کی تجارت کا باب۔

امام بخاری نے مرد و عورت کے مکروہ لباس کی تجارت کے سلسلے میں یہ باب  
باندھا ہے۔ اس ذیل میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا آدم ناشعبة نا ابو بکر بن حفص عن سالم بن  
عبدالله بن عمر عن ابيه قال ارسل النبي صلى الله عليه  
وسلم الي عمر بحلية حرير او سيرا فرأها عليه فقال  
انى لم ارسل بها اليك لتلبسها انما يلبسها من لا  
بحلاق له انما بعثت اليك لتستمع بها يعنى تبيعها۔

ترجمہ: ہم سے آدم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے  
روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم سے ابو بکر بن حفص نے سالم بن  
عبد اللہ سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں  
نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے پاس ایک ریشمی  
جوڑا بھیجا۔ جب عمر کو پہنے دیکھا تو فرمایا میں نے اسے تمہارے پہننے  
کے لیے نہیں بھیجا تھا اسے نووہ پہنے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ  
نہیں۔ میں نے اسے تمہارے لیے اس لیے بھیجا تھا کہ اسے بچ کر  
قائدہ اٹھالو۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب کے لفظ تجارة پر اس کے حاشیہ میں شاہ صاحب کی ایک تحقیق ملتی ہے  
جس میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ اصولی طور پر کس چیز کی تجارت ہو سکتی ہے اور کس کی  
نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جب کوئی چیز مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہو تو اس  
کی تجارت مکروہ ہوگی۔ بخلاف ریشم کے کہ یہ عورتوں کے لیے حرام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں

ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس میں تصویر بنانے والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں عذاب دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی حرمت عام ہے اس لیے تصویریں بنانا حرام ہوگا۔ اس طرح اس کی تجارت بھی حرام ہوگی۔

اصل عبارت یہ ہے:

یعنی اذا كان الشيء حراماً على الرجال والنساء جميعاً  
 كرهت التجارة فيه بخلاف الحرير فإنه ليس حراماً  
 على النساء واستدلال بحديث ان اصحاب الصور  
 يعذبون۔ ان الشيء اذا عمت حرمة صناعته  
 وكذا التجارة فيه۔ من الشيخ ولي الله سلمه الله۔  
 (جلد ۷۲، ق ۱۹۰ ارب)

ترجمہ: یعنی جب کوئی چیز مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہو تو اس کی تجارت مکروہ ہے۔ بخلاف ریشم کے کہ وہ عورتوں کے لیے حرام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اصحاب الصور يعذبون (یعنی تصویر بنانے والے عذاب دیئے جائیں گے) والی حدیث سے دلیل اخذ کی گئی ہے کہ اس کی حرمت عام ہے اس لیے اس کا بنانا حرام ہوگا۔ اسی طرح اس کی تجارت ناجائز ہوگی۔ شیخ ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد۔

۳۶- باب اذا اشترى متاعاً او دابة فوضعه عند البائع او مات قبل ان يقبض۔  
 وقال ان عمر ما ادركت الصفقة حياً مجموعاً فهو من المبتاع۔  
 ترجمہ:- جب کوئی سامان یا جانور خریدے۔ پھر اس کو بیچنے والے کے پاس رکھ دے یا قبضہ میں آنے سے قبل انتقال کر جائے۔

امام بخاری نے اس باب میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی سامان یا جانور کی خریداری کرے لیکن اس کو اپنے قبضہ میں لینے کے بجائے فروخت کرنے والے ہی کے پاس رکھ دے تو حدیث میں اس کے لیے کیا حکم ہے۔

انہوں نے اس باب کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا فروة بن ابى المغراء انا على بن مسهر عن هشام عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها قالت لقل يوم كان ياتى على النبى صلى الله عليه وسلم الاياتى فيه بيت ابى بكر احد طرفى النهار فلما اذن له للخروج الى المدينة لم يرعنا الا وقد اتانا ظهرا فخبير به ابو بكر فقال ماجاءنا النبى صلى الله عليه وسلم فى هذه الساعة الا امن حديث فلما دخل عليه فقال لابى بكر اخرج من عندك قال يا رسول الله انما هما ابتائى يعنى عائشته واسماء قال اشعرت انه قد اذن لى فى الخروج قال الصحبة يا رسول الله قال الصحبة قال يا رسول الله ان عندى ناقتين اعددتهما للخروج فخذ احدتهما قال فداخذتها بالثمن۔

ترجمہ: ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو علی بن مسہر نے ہشام سے خبر دی۔ انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایسا بہت کم ہی ہوا کہ صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے گھر تشریف نہ لاتے ہوں جب آپ کو اذن ہجرت ہوا تو آپ ظہر کے

وقت تشریف لائے اور ہمیں اندیشہ ہوا۔ ابو بکر کو آپ کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ تو کہا کوئی نئی بات ہے کہ آپ (خلاف معمول) تشریف لائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے پاس آئے تو فرمایا ان لوگوں کو ایک طرف کر دو۔ ابو بکر بولے یہ دونوں میری بیٹیاں عائشہ اور اسماء ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کچھ پتہ لگا۔ مجھے ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ ابو بکر نے کہا کیا میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گا تو فرمایا ہاں! ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ میں نے سفر کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں بتا بریں ان میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے اسے خرید لیا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں آپ نے فرمایا اخذ تھا۔ یعنی میں نے اس اونٹنی کو خرید لی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس جملے سے بظاہر واضح ہوتا ہے کہ خریدی ہوئی چیز خریدار کی ہو جاتی ہے مگر چہ اس کے قبضے میں نہ آئی ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

قوله اخذتها يدل ظاهرا على انه ملك المبتاع وان لم يقبض۔ ولی اللہ سلمہ اللہ۔ (جلد ۲ ق ۱۹۳ اب)

ترجمہ: آپ کا قول خدا اخذ تھا۔ بظاہر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خریدی ہوئی اونٹنی کے مالک ہو گئے۔ مگر چہ وہ اب تک قبضہ میں نہ آئی۔ ولی اللہ سلمہ اللہ کا ارشاد۔

۳۷۔ باب بیع الزانی وقال شریح ان شاء ردمن الزنا۔ ترجمہ: زانی کے بیع کا باب۔ شریح نے کہا خریدار چاہے تو زنا کی وجہ سے اسے واپس کر سکتا ہے۔

امام بخاری نے زانی کے بیچ کے بارے میں یہ باب باندھا ہے۔ جس میں دو احادیث نقل کی گئی ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے۔

حدثنا اسمعيل عن مالك عن ابن شهاب عن عبيد  
الله بن عبد الله عن ابي هريرة وزيد بن خالد ان  
رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الامة اذا  
زنت ولم تحصن قال ان زنت فاجلدوها ثم ان  
زنت فاجلدوها ثم ان زنت فبيعوها ولو بضعير قال  
ابن شهاب لا ادري بعد الثالثة او الرابعة۔

ترجمہ:- ہم سے اسمعیل نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے  
خبر دی۔ ان سے ابن شہاب نے عبید اللہ بن عبد اللہ کے حوالے سے بیان  
کیا۔ انہوں نے ابو ہریرہ اور زید بن خالد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے زانیہ لوٹنے کے متعلق دریافت کیا گیا وہ غیر شادی شدہ  
ہو تو آپ نے فرمایا اگر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو۔ پھر اگر گناہ کا مرکب  
ہو تو اسے بیچ دو خواہ ایک رسی کے بدلے میں ہو۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ  
مجھے یاد نہیں کہ آپ نے یہ تیسری یا چوتھی بار (زنا کرنے) کے بعد فرمایا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں غیر شادی شدہ لوٹنے والوں کے زنا کے بارے میں سوال کیا گیا ہے  
جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں کوڑے مارو۔ یہاں  
سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی شدہ لوٹنے والوں کے زنا کے بارے میں دریافت کیوں نہیں کیا گیا  
اور آپ نے کوئی حکم کیوں نہیں دیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کا جواب دیا ہے کہ ابھی  
لوٹنے والوں کے زنا کے بارے میں قرآن مجید میں حکم آچکا ہے۔ اس لیے نہ اس کا سوال ہوا

اور نہ جواب دیا گیا۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے اور دیکھیے کہ کتنے عالمانہ انداز میں انہوں نے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں:

وقوله ولم تحصن قال الخطابی ذکر الاحصان فيه  
غريب مشكل جدا۔ اقول حاصل السؤال ان الله  
تعالى ذكر حكم الاماء المحصنات في قوله  
فاذا احصن فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على  
المحصنات من العذاب وبقی حکم الاماء التي لم  
تحصن غير مبين فماذا حکمهن فبين النبي انها  
تجلدون ذكر الاحصان ليس للاحتراز كما بين في  
قصر السفران الخوف ليس شرطا احترازا يا۔ ولي الله  
سلمه الله۔ (جلد ۲، ق ۱۹۴ ب)

ترجمہ:- حدیث کی عبارت لم تحصن کے بارے میں خطابی نے کہا  
اس حدیث میں احصان کا ذکر نہایت اٹوکھا اور مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں  
سوال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیت فاذا احصن  
فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب  
میں شادی شدہ لونڈیوں کے زنا کے بارے میں ذکر کر دیا ہے۔ اب غیر  
شادی شدہ لونڈیوں کا حکم باقی رہ گیا تھا۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے واضح کر دیا۔ کہ انہیں کوڑے لگاؤ۔ یہاں احصان کا ذکر احترازی نہیں  
ہے۔ جس طرح سفر نماز قصر میں خوف شرطا احترازی نہیں ہے۔ ولی اللہ  
سلمہ اللہ۔

آتم قال اذا كان به عالما وهو خداع في السبع والخداع لا يجوز۔  
ترجمہ:- آگے جا کر قافلہ والوں سے ملنا۔ ایسی بیع لغو اور ایسا کرنے والا گنہگار ہے۔ جب  
کہ وہ جانتا ہو۔ یہ بیع دھوکہ ہے۔ اور دھوکہ جائز نہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت چار احادیث نقل کی ہیں۔ جس میں قافلہ  
والوں سے آگے جا کر ملنے اور بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس باب کی دوسری حدیث عیاش بن الولید سے مروی ہے۔ جنہوں نے  
عبدالاعلیٰ سے اور پھر انہوں نے معمر سے اور پھر انہوں نے ابن طاؤس سے روایت کی  
ہے۔ وہ یہ ہے۔

حدثني عياش بن الوليد عن عبد الاعلى عن معمر عن  
ابن طاؤس عن ابيه قال سألت ابن عباس ما معنى قوله  
لا يبيعن حاضر لباد فقال لا يكن له سمسارا۔  
ترجمہ: عیاش بن الولید نے مجھ سے بیان کیا ان سے عبدالاعلیٰ نے اور  
ان سے معمر نے ابن طاؤس کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے  
اپنے والد سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عباس سے دریافت کیا کہ  
آپ کے قول لا یبیعن حاضر لباد کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے  
جواب فرمایا۔ اس کا دلال نہ بنے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب اس باب اور قبل والے باب (جو دونوں ایک ہی مفہوم کو  
فاتح کرتے ہیں) کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اس سے قبل والے باب میں حضرت ابن  
ماہن کا قول عبدالواحد بن معمر کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ جس میں لا تلتقوا

الربكبان کا ذکر ہے۔ جبکہ اس باب میں عبدالاعلیٰ عن معمر کے حوالے سے روایت کی گئی ہے جس میں لا تلقوا الربكبان کا ذکر نہیں ہے۔ اختلاف روایات کا ذکر دراصل حدیث نبوی کے اہم مسائل میں شمار ہوتا ہے۔ جس کا امام بخاری نے اس کتاب میں کافی اہتمام کیا ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله حدثنا عياش بن الوليد الخ انما اتى بهذا الحديث في هذا الباب اشارة الى مسئلة حديثية في حديث ابن عباس المذكور سابقاً و هي انه اختلف في هذا الحديث على معمر فعبد الواحد عن معمر يذکر لا تلقوا الربكبان و عبدالاعلی عن معمر لا يذکره فاعلم ان ذکر الاختلاف من مهمات مسائل المحدثين و البخاری يعتنى به في هذا الكتاب كثيراً - ولي الله سلمه الله - (جلد ۲/ق ۱۹۵/الف)

ترجمہ:- ان کا قول حدثنا عياش بن الوليد الخ۔ امام بخاری نے اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ جس میں ابن عباس کے مذکورہ حدیث کے بارے میں ایک اشارہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اختلاف ہے۔ کیونکہ عبد الواحد نے معمر کے حوالے سے روایت کی تو اس میں لا تلقوا الربكبان کا ذکر ہے۔ جبکہ عبدالاعلیٰ نے معمر کے حوالے سے روایت کی تو اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس بنا پر یہ بات جان لینی چاہیے کہ اختلاف کا ذکر کرنا محدثین کرام کے اہم مسائل میں شمار ہوتا ہے۔ جس کا امام بخاری نے اس کتاب میں بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔ ولی الله سلمه الله۔

۳۹- باب قبض من باع نخلا قد ابرت او ارضاً مزروعة او با جارة۔  
ترجمہ: جس نے پیوند لگی کھجور یا فصل والی زمین بیچ دی یا اسے ٹھیکہ پر دیا۔

امام بخاری نے اس باب میں پیوند لگی کھجور یا فصل والی زمین فروخت کرنے یا ٹھیکہ پر دینے کے سلسلے میں یہ باب باندھا ہے۔ انہوں نے اس میں دو احادیث نقل کی ہیں  
پہلی حدیث یہ ہے:

قال ابو عبد الله وقال لى ابراهيم اخبرنا هشام انا ابن  
جريح قال سمعت ابن ابى مليكة يخبر عن نافع مولى  
ابن عمر ايما نخل بيعت قد ابرت لم يذكر الثمر فالثمر  
للذى ابرها۔ و كذلك العبد والحرث سمي له نافع  
هولاء الثلث۔

ترجمہ:- ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ مجھ سے ابراہیم نے بیان کیا۔  
انہیں ہشام نے خبر دی۔ ان سے ابن جریح نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا  
میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا وہ ابن عمر کے غلام نافع سے بیان کرتے  
ہیں۔ جب بھی پیوند لگی ہوئی کھجور کے درخت بیچے جائیں اور اس میں پھل  
کا ذکر نہ ہو تو پھل اس کا ہے جس نے پیوند لگایا۔ اور یہی حکم غلام اور گھیت  
کے متعلق ہے۔ نافع نے ان تین چیزوں کا نام لیا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے یہاں واضح کیا ہے کہ اس ترجمہ کے باب میں اختلاف ہے،  
اس کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک باب قبض من باع۔ دوسرے باب من  
باع۔ بظاہر دونوں عبارات میں اختلاف نظر آتا ہے۔ لیکن ان کا معنی و مفہوم کیا ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو آدمی پیوند لگی ہوئی کھجور کا درخت فروخت کرے تو اس پر لازم ہے کہ اس کا پھل اپنے قبضہ میں کر لے اور درخت خریدار کے حوالے کر دے۔ یہی حکم اس شخص کا ہوگا جو فصل لگی ہوئی زمین کسی شخص کو اجارے میں دے، تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ فصل توڑ لے اور زمین اجارہ میں لینے والے کے ذمہ لگا دے۔ دوسری صورت میں حدیث سے جو معنی و مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ یہ ہے کہ پھل اور فصل فروخت کرنے والے کا حق ہیں۔ وہ انہیں توڑ لے اور درخت یا زمین خریدنے والے یا اجارہ میں لینے والے کے ذمہ لگا دے۔ شاہ صاحب کا اصل خیال معلوم کرنے کے لیے اصل عبارت پڑھیے۔ فرماتے ہیں۔

رویت هذه الترجمة على وجهين اجدهما باب قبض من باع والثاني باب من باع والمعنى على الاول ان من باع نخلاً قد ابرت ثمرها للبائع فلا بد للبائع من قبض الثمر بان يقطع ثمرها ويخلى النخل للمشتري وكذلك اجراضاً مشغولة بالزرع فعليه ان يقبض زرعه ويخلى الارض للمستاجر۔ وعلى الثاني باب حكم من باع نخلاً قد ابرت وحكم من باع ارضاً مزروعة او اخذ الارض باجارة والحكم في هذه الصورة ما يفهم من الحديث ان الثمر والزرع للبائع وكذلك للموجر وعليه ان يخلى الارض للمشتري او المستاجر۔ من الشيخ المحدث ولى الله سلمه الله۔ (جلد ۲، ق ۱۹۷ ب)

یہ ترجمہ باب دو طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک باب

من قبض من باع دوسرے باب من باع پہلی صورت میں اس کا  
 معنی یہ ہوگا کہ جس شخص نے بیوی لگی ہوئی کھجور فروخت کی تو اس کا پھل  
 فروخت کرنے والے کا ہوگا۔ بائع کے لیے لازم ہے کہ پھل اپنے  
 قبضہ میں کر لے۔ پھل توڑ لے اور درخت خریدنے والے کے لیے  
 چھوڑ دے۔ اسی طرح اگر کسی نے فصل لگی ہوئی زمین اجارے میں  
 دی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی فصل پر قبضہ کر لے اور  
 زمین اجارہ پر لینے والے کے لیے چھوڑ دے۔

دوسری صورت میں جب یہی معاملہ درپیش ہو تو اس کا حکم  
 جو حدیث سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ پھل اور فصل فروخت کرنے  
 والے کا ہوگا۔ یہی حکم اجارہ پر دینے والے کا ہوگا کہ وہ زمین خریدنے  
 والے یا اجارہ پر لینے والے کے لیے چھوڑ دے۔ شیخ الحدیث ولی اللہ  
 کارشاد۔

۴۰۔ باب بیع العبد والحيوان بالحيوان نسئة۔ ترجمہ: غلام کے بدلے غلام اور  
 جانور کے بدلے جانور اور دھار بیچنا۔

امام بخاری نے اس باب میں غلام یا جانور اور دھار فروخت کرنے کے سلسلے میں  
 دو احادیث نقل کی ہیں پہلی حدیث یہ ہے:

اشتری ابن عمر راحلة باربعة ابعرة مضمونة عليه  
 يوفيهما صا حباها بالزبدة۔ وقال ابن عباس قد يكون  
 البعير خيراً من البعيرين واشتری رافع بن خديج بعيراً  
 ببعيرين فاعطاه احدهما وقال اتيك بالاخر غداً رهواً  
 ان شاء الله وقال ابن المسيب لاربوا في الحيوان

البعير بالبعيرين والشاة بالشاتين الى اجل وقال ابن سيرين لا باس بعير ببعيرين ودرهم بدرهم نسفة۔  
 ترجمہ:- ابن عمر نے چار اونٹوں کے بدلے میں ایک اونٹنی خریدی جس کے متعلق ضمانت لے لی تھی کہ زبدۃ میں اسے حوالے کر دیں گے ابن عباس نے فرمایا بعض مرتبہ ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے رافع بن خدیج نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں لیا۔ ان میں سے ایک تو خریدار کو دیدیا اور دوسرے کے متعلق کہا کل انشاء اللہ بلا توقف دیدوں گا۔ ابن مسیب فرماتے ہیں جانور میں سود نہیں ایک اونٹ دو اونٹوں اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے اودھار لے سکتا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح ایک درہم کے بدلے ایک درہم اودھار لینے میں کوئی حرج نہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے آخر میں درہم بدرہم نقل کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کے شاگرد شیخ محمد اللہ آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ بخاری شریف کے اصل نسخے میں بدرہمین تشبیہ کے صیغے کے ساتھ درج تھا۔ لیکن یہ سہو کاتب ہے جیسا کہ بعض شارحین بخاری نے کہا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ صیغہ واحد کے ساتھ ہونا چاہیے۔  
 اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

قوله بدرہم - سمعت عن شیخ المحدث سلمہ اللہ  
 ان فی اصل النسخہ بدرہمین علی صیغۃ التشبیہ لکنہ

سہو عن الکتاب کما ذهب الیہ الشارحون  
والصحيح صیغة الواحد۔ (جلد ۲ ق ۱۲۰۰ الف)  
ترجمہ:- ان کا قول بدرہم۔ میں نے شیخ الحدیث نے سنا کہ  
بخاری شریف کے اصل نسخے میں بدرہمین تشبیہ کے صیغے کے  
ساتھ تھا لیکن یہ کاتب کا سہو ہے جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے۔ صحیح  
واحد کا صیغہ ہے۔

۴۱- باب الخطاء والنسیان فی العتاقۃ والطلاق ونحوہ ولا عتاقۃ  
الالوجہ اللہ عزوجل وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لكل امرئ مانوی  
ولانیۃ للناسی والمخطی۔ ترجمہ:- آزاد کرنے اور طلاق دینے میں غلطی اور بھول۔  
آزاد کرنا صرف رضاء الہی کے لیے ہے اور حضور نے فرمایا کہ ہر آدمی کو اس کی نیت کا پھل  
ملے گا۔ جبکہ بھولنے اور غلطی کرنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔  
امام بخاری نے غلطی اور بھول چوک سے غلام آزاد کرنے اور طلاق دینے کے  
سلسلے میں یہ باب بائعہا ہے۔ اس کے ذیل میں دو احادیث نقل کیے ہیں۔ پہلی حدیث  
یہ ہے:

حدثنی الحمیدی ناسفیان نامسر عن قتادۃ عن زرارہ  
بن اوفی عن ابنی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم ان اللہ تجاوز لی عن امتی ما وسوست بہ  
صدورہا ما لم تعمل ویتکلم۔

ترجمہ:- مجھ سے حمیدی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے کہا سفیان نے  
بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان سے مسر نے قتادہ سے بیان کیا۔ انہوں نے  
زرارہ بن اوفی سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے  
درگزر فرمائی جو ان کے دلوں میں خیالات آتے ہیں جب تک وہ ان کے  
مطابق عمل یا گفتگو نہ کریں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں ایک لفظ ماموست آیا ہے جو تشریح طلب ہے۔ شاہ صاحب اس  
لفظ کی وضاحت فرماتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کی صراحت فرماتے ہیں  
کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل کا اعتبار ہوگا جو نیت کے ساتھ ہو۔ صرف نیت یا عمل بغیر  
نیت کے شریعت کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اصل عبارت یہ ہے۔

فعلم اعتبار العمل المقرون مع النیت فلنیتہ الصرفة  
لو العمل بغیر النیت لیس بشیء۔ کذا سمعت۔

(جلد ۲، ق ۲۲۹ ب)

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل کا اعتبار ہے جو نیت کے ساتھ ہو۔  
صرف نیت یا عمل بلا نیت کوئی چیز نہیں۔

۴۲- باب اذا زکسی رجل رجلاً کفاه۔ وقال ابو جمیلہ و جدت منبوذا  
فلما رانی عمر قال عسی الغویر ابو ساء کانه یتهمنی قال عریفی انه  
رجل صالح۔ قال کذالك اذهب وعلینا نفقته۔ ترجمہ: جب ایک آدمی کسی  
دوسرے آدمی کی پاکی بیان کرے تو کافی ہے۔ ابو جمیلہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک پڑا ہوا  
لڑکا ملا۔ جب مجھے حضرت عمر نے دیکھا تو فرمایا کہ کہیں یہ مصیبت نہ بن جائے۔ گویا ہم  
ٹھہراتے تھے۔ میرے ایک جاننے والے نے کہا یہ تو نیک آدمی ہے۔ فرمایا یہ بات ہے تو  
اسے لے جاؤ اور اس کا خرچہ ہمارے ذمہ ہے۔

## شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے راستے میں گرے ہوئے انسانی بچے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے اور اس میں ایسے بچے کے بارے میں حضرت عمر کی حکیمانہ بات بیان کی ہے جو نہایت اہمیت کی حامل ہے اور حضرت عمر کی دنیاوی بصیرت اور دینی حمیت کی نشان دہی کرتی ہے۔ شاہ صاحب نے اسی حکیمانہ بات کی مزید تشریح کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو جلیلہ جو نومولود بچہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ ممکن ہے یہ لوٹا ہوا بچہ ہو اور اس کی وجہ سے انہیں آگے چل کر پریشانی اٹھانی پڑتی۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ کسی کے بچے کو اٹھا کر لے جا رہے ہوں اور یہ ظاہر کر رہے ہوں کہ وہ پھینکا ہوا بچہ تھا۔ تاکہ انہیں بیت المال سے مالی منفعت حاصل ہو۔ انہیں احتمالات کی بنا پر حضرت عمر نے اعتراض کیا تھا اور اس کا حل پیش کیا تھا۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت دیکھیے:

ای عسی ان یکون الفاران الزہاب فی نقب الفلار  
متضمناً للمشقة هنا مثل فیما کان بعد ہا امرأ  
مکروہا وہہنا کان الاحتمال ان اباجمیلہ جاء ہامن  
من عند رجل و اظہر بانہ لقیط لیتعنمن بیت المال و  
یتصرف علی نفسہ فلہذا التوہم ضرب عمر رضی اللہ  
عنه مثلاً۔ کذا سمعت۔ (جلد ۲، ق ۲۴۲، الف)

ترجمہ:- ممکن ہے یہ لوٹا ہوا بچہ ہو اور لوٹ کے بعد لے جانا مشقت اور پریشانی کا باعث ہو۔ یہ ایسا معاملہ تھا کہ بعد میں کوئی ناخوشگوار بات سامنے آسکتی تھی۔ یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ ابو جلیلہ نے کسی آدمی

کے بچے کو اٹھایا ہو اور ظاہر کر رہے ہوں کہ وہ پھینکا ہوا بچہ تھا تا کہ بیت  
المال سے پیسے حاصل کر لیں اور اپنے اوپر خرچ کر ڈالیں۔ اس وہم کی بنا  
پر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تھا۔

۴۳ باب اذا اشترط في المزارعة اذا شئيت اخرجتک۔ ترجمہ:- مزارعت  
میں یہ شرط عائد کرنا کہ جب چاہوں بے دخل کروں۔  
امام بخاری نے مزارعت کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے کہ زمین کا مالک بھرت  
کرنے والے کو جب چاہے کاشتکاری سے الگ کر سکتا ہے۔ اس کے ذیل میں ایک حدیث  
نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا ابو احمد قال محمد بن يحيى ابو غسان  
الكتاني انا مالك عن نافع عن ابن عمر قال لما فدع  
اهل خيبر عبد الله بن عمر قام عمر خطيباً فقال ان  
رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عامل يهود خيبر  
على اموالهم وقال نقر كم ما افر كم وان عبد الله بن  
عمر خرج الى ماله هناك فعدي عليه من الليل  
ففدعت يداه ورجلاه وليس لنا هناك عدو غيرهم  
عدونا و تهمتنا وقد رأيت اجلاء هم فلما اجمع عمر  
على ذلك اتاه احد بنى ابي الحقيق فقال ايا امير  
المؤمنين اتخرجنا وقد اقرنا محمد وعاملنا على  
الاموال و شرط ذالك لنا فقال عمر اظننت اني نسيت  
قول النبي صلى الله عليه وسلم كيف بك اذا  
اخرجت من خيبر تعدو بك قلوبك ليلة بعد ليلة

فقال كان هزيلة من ابي القاسم فقال كذبت يا  
عدو الله فاجلاهم عمر واعطاهم قيمة ما كان لهم من  
التمر مالا وابلاً وعروضاً من اقاتاب وحبال وغير  
ذلك۔ رواه حماد بن سلمة عن عبيد الله احسبه عن  
نافع عن ابن عمر عن عمر عن النبي صلى الله عليه  
وسلم اختصره۔

ترجمہ:- ہم سے ابو احمد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے محمد بن یحییٰ  
ابو غسان الکتانی نے بیان کیا۔ ان سے مالک نے نافع کے حوالے سے  
بیان کیا۔ انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا جب اہل خیبر  
نے حضرت عبداللہ بن عمر کے ہاتھ پاؤں مروڑ ڈالے تو حضرت عمرؓ خطبہ  
دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے اموال کے بارے میں معاہدہ کیا تھا اور  
فرمایا تھا کہ ہم تمہیں ان (اموال) پر قائم رکھیں گے جب تک اللہ تعالیٰ  
تمہیں اس معاہدہ پر قائم رکھے گا۔ اور عبداللہ بن عمر تو اپنی اس زمین پر گئے  
تھے جو وہاں (خیبر کے نزدیک) تھی تو رات میں ان پر یہ ستم ڈھایا گیا کہ  
ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مروڑ دیئے گئے۔ اور وہاں یہودیوں  
کے سوا اور کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے جس پر ہم شبہ کریں۔ لہذا میں انہیں جلا  
وطن کرنا چاہتا ہوں۔ جب حضرت عمرؓ نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا  
تو ابو حنیفہ یہودی کے خاندان سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو  
کر عرض گزار ہوا۔ اے امیر المومنین آپ ہمیں کیوں نکال رہے ہیں جبکہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برقرار رکھا تھا۔ اور یہاں کی زمینوں

کے بارے میں ہم سے معاہدہ کیا تھا۔ اور یہ (زمینوں پر رہنے دینا) ہمارے لیے شرط تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی بھول گیا ہوں جبکہ انہوں نے تم سے فرمایا تھا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تمہیں خیبر سے نکالا جائے گا۔ اور تمہارا اونٹ تمہیں لیے ہوئے راتوں کو مارا مارا پھرے گا وہ کہنے لگا۔ یہ تو ابوالقاسم (رسول خدا) نے ازراہ مذاق کہا تھا فرمایا۔ اے خدا کے دشمن تم نے غلط بیانی کی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں جلا وطن کر دیا اور ان کے میوہ جات، اونٹوں، آلات زراعت، کجاووں اور رسیوں وغیرہ کی قیمت ادا کر دی گئی۔ اس کی حماد بن ابی سلمہ نے عبید اللہ سے بھی روایت کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے، انہوں نے عمر سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اختصار کے ساتھ روایت کی ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل خیبر نے غصہ میں آ کر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ہاتھ پاؤں مروڑ ڈالے۔ جب کہ تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے ان کی سخت پٹائی کی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب اس تاریخی واقعہ کو تفصیل سے بتا رہے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنی زمین کا خراج وصول کرنے وہاں گئے تھے لیکن اہل خیبر رات کو ان کے پاس چھپ کر گئے اور بری طرح انہیں مارا۔ جس کی وجہ سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اصل عبارت یہ ہے:

وكان عبد الله بن عمر رضي الله عنه ذهب الى خيبر

فی خلافة ایہ لاجل خراج ارض کان لہ فیہا فیات  
فیہا فحاء اهل خیر منخیا علیہ فکسر وایدہ ورجلہ  
ای بلغ صدمة ضربہم الی العظم۔ (کناسمعت)

(جلد ۲، ق ۲۵۱، باب)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد کے زمانہ خلافت میں اپنی زمین کا  
خراج وصول کرنے کے لیے خیر گئے ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے رات  
گزاری۔ الل خیر چھپ کر ان کے پاس گئے اور ان کے ہاتھ اور سر توڑ  
ڈالے یعنی یہ مارتی سخت تھی کہ اس سے ان کی ہڈیاں بھی متاثر ہوئیں۔

۳۳- باب اذا وقف او اوصی لا قاربہ۔ ترجمہ:- جب اپنے عزیز واقارب کے لیے  
وقف یا وصیت کرے۔

امام بخاری نے اس باب میں اپنے عزیز واقارب کو وقف کرنے یا وصیت کرنے  
کے سلسلے میں دو احادیث نقل کیے ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

و من الاقارب وقال ثابت عن انس قال النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم لا بی طلحہ اجعلہا لفقراء اقاربک  
فجعلہا لحسان وابی بن کعب وقال الانصاری  
حدثنی ابي عن ثمامہ عن انس بمثل حدیث ثابت  
قال اجعلہا لفقراء قرابتک قال انس فجعلہا لحسان  
وابی بن کعب وکانا اقرب الیہ منی وکان قرابة  
حسان و ابي من ابي طلحة واسمہ زید بن سہل بن  
الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن  
عمرو بن مالک بن النجار و حسان بن ثابت بن المنذر

بن حرام فیجتمعان الی حرام وهو الاب الثالث وحرام  
بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن  
النحار فهو یجامع حسان وابطلحة وایا الی ستة آباء  
الی عمرو بن مالک وهو ابی بن کعب بن قیس بن  
عیید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النحار  
فعمرو بن مالک یجمع حسان وابطلحة وایا۔ وقال  
بعضہم اذا اوصی لقرابته فهو الی آباءہ فی الاسلام۔

ترجمہ:- اور یہ کہ عزیز واقارب کون ہیں۔ ثابتؓ نے انس رضی اللہ  
سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ  
سے فرمایا یہ باغ! اپنے عزیز واقارب کے فخر نام کو دیدو۔ پس انہوں  
نے وہ حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دیدیا۔  
(جوان کے چچا زاد بھائی تھے) اور انصاری نے اپنے والد سے اور ان  
کے والد نے ثمامہ سے اور انہوں نے انس سے مذکورہ حدیث ثابت  
کی مثل روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ یہ (باغ) اپنے غریب قرابت  
داروں کو دیدو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ انہوں نے وہ حضرت  
حسان اور حضرت ابی بن کعب کو دیدیا جو میری نسبت ان کے زیادہ  
قریبی تھے۔ اور حضرت حسان اور حضرت ابی کی قرابت حضرت ابو طلحہ  
سے یوں تھی کہ ان (ابو طلحہ) کا نام زید ہے۔ نسب یوں ہے۔ زید بن  
ہبل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک  
بن نجار اور حسان بن ثابت بن منذر بن حرام پس یہ دونوں (ابو طلحہ اور  
حسان) حرام پر جا کر مل جاتے ہیں۔ جوان کے تیسرے باپ ہیں اور

حرام بن عمرو بن زید سناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار۔ پس  
 حضرت حسان حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابی تینوں اپنے اپنے باپ  
 عمرو بن مالک پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا نسب یوں ہے۔ ابی  
 بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن  
 نجار۔ پس عمرو بن مالک ایسے ہیں جو حضرت حسان حضرت ابو طلحہ اور  
 حضرت ابی کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ جب  
 قرابت داروں کے لیے وصیت کی جائے تو ان کے مسلمان باپ دلاوا  
 خود بخود اس میں شامل ہوں گے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
 ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنا باغ اپنے حجاج قرابت داروں کو  
 دید و چنانچہ انہوں نے اپنا باغ حضرت حسان اور ابی بن کعب کو دیدیا  
 جو ان کے قرابت دار تھے۔ اس کے بعد ان کے نسب نامے تحریر کر کے  
 ان کی قرابت داری واضح کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں عمرو بن مالک بن  
 نجار کے آگے لکھا گیا ہے فہو بحامع۔ حسان و اباطلحہ و ایبا  
 الی سنة آباء الی عمرو بن مالک۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے  
 کہ فہو کون سی ضمیر ہے اور بحامع کس معنی میں ہے اور اس کی ضمیر  
 کدھر لوٹ رہی ہے حضرت شاہ صاحب آگے اس کا جواب دیتے ہیں  
 اور اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فہو ضمیر شان ہے اور بحامع جمع کے

میں ہے۔ اس کا قائل عمرو بن مالک ہیں جن کا ذکر پہلے نہیں آیا بلکہ بعد میں کیا گیا۔ یہ محض  
ابہام دور کرنے کے لیے ان کا ذکر بعد میں کیا گیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

الضمير الشأن ويجمع بمعنى يجمع. وفاعله  
عمرو بن مالك وان لم يعض له ذكر صريحاً متعينا  
وفسره بما بعده دفعاً للا بهام الناشئ من هذا لا بهام.  
ولي الله سلمه الله. (جلد ۲ ق ۶ ۲۵ الف)

ترجمہ: ضمیر شان ہے یجمع بمعنی یجمع کے معنی میں ہے اس کا قائل  
عمرو بن مالک ہیں جن کا ذکر گرچہ صراحت اور متعین طریقے سے پہلے نہیں  
کیا گیا۔ بلکہ اس کی تفسیر بعد میں کی گئی۔ تاکہ جو ابہام اس سے پیدا ہو رہا  
تھا۔ اس کا ازالہ ہو سکے۔ ولی اللہ سلمہ اللہ۔

۲۵- باب بغلة النبي صلى الله عليه وسلم البيضاء - ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کا سفید خچر۔

امام بخاری نے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں چھوڑے  
ہوئے ساز و سامان (سفید خچر، ہتھیار، زمین) سے متعلق دو احادیث نقل کی ہیں۔

حدثنا عمرو بن علي نا يحيى نا سفیان نا ابو اسحاق  
قال سمعت عمرو بن الحارث قال ماتك رسول الله  
صلى الله عليه وسلم الابغلة بيضاء وصلاحه و  
ارضاتر كه اصدقة۔

ترجمہ:- ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے  
اور ان سے سفیان نے اور ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا

میں نے عمرو بن الحارث سے سنا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ترک نہیں چھوڑا تھا۔ ماسویٰ ایک سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین اور انہیں (مسلمانوں کے لیے) بطور صدقہ چھوڑا تھا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ اس خچر کا استعمال صحابہ کرام کرتے تھے یا نہیں اگر کرتے تھے تو کون لوگ کرتے تھے۔ مخصوص لوگ کرتے تھے یا عام صحابہ کرام کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے تحقیقی بیان سے ہمیں اس کی وضاحت ہوتی ہے چنانچہ بغلة یضناء (سفید خچر) پر شاہ صاحب کا وضاحتی بیان موجود ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام اس خچر پر سواری کرتے تھے لیکن اپنی ملکیت سمجھ کر نہیں کرتے تھے بلکہ تبرکاً اور تیمناً سواری کرتے تھے۔ کیوں کہ اس کو وہ اپنے لیے تبرک ہی خیال کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے بیان سے ہمیں مزید بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ خچر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ تھا۔ عین ان کے زمانہ شہادت میں پانی اور چارہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

### شاہ صاحب کی اصلی عبارت ملاحظہ کیجئے:

كانوا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
يركبون عليها تبركاً وتيمناً لا ملكاً وتصرفاً۔  
كذا سمعت عن الشيخ سلمه الله تعالى و كانت في  
ايام شهاجة حسين بن علي رضي الله عنهما هلكت  
من غير علف وماء۔ (جلد ۲۶۷، ۲۶۸ الف)  
ترجمہ:- صحابہ کرام اس خچر پر تبرک سمجھ کر سوار ہوتے تھے نہ کہ اپنی ملکیت

اور حق تصرف جان کر۔ یہ ٹھہرا امام حسین کے زمانہ شہادت میں پانی اور چارہ  
 نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا اسی طرح میں نے سنا۔

۳۶- باب غزو المرأة فی البحر۔ ترجمہ:- عورتوں کا بحری جہاد۔

اس باب میں امام بخاری نے عورتوں کے بحری جہاد کے سلسلے میں ایک حدیث

نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن محمد نا معاوية بن عمرو  
 نا ابو اسحاق هو الفزاري عن عبدالله بن عبدالرحمن  
 الانصاري قال سمعت انسا يقول دخل رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم على بنت ملحان فاتكأ عندها۔  
 ثم ضحك فقالت لم تضحك يا رسول الله فقال ناس  
 من امتي يركبون البحر الاخضر في سبيل الله مثلهم  
 مثل المملوك على الاسرة قالت يا رسول الله ادع الله  
 ان يجعلني منهم فقال اللهم اجعلها منهم ثم  
 عاد فضحك فقالت له مثل ذلك او هم ذلك فقال لها  
 مثل ذلك فقالت ادع الله ان يجعلني منهم قال انت  
 من الاولين ولست من الاخيرين قال قال انس  
 فتزوجت عبادة بن الصامت فركبت البحر مع بنت  
 قريظة فلما قفلت ركبت دابتها فوقعت بها فسقطت  
 عنها فماتت۔

ترجمہ:- ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے معاویہ  
 بن عمرو نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری

نے بیان کیا۔ انہوں نے انسؓ سے سنا انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملکان رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ تو تک لگائی (اور سو گئے) پھر بنسے تو انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ فرمایا میری امت کے کچھ افراد راہ خدا میں اس بزرگسمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ عرض گزار ہوئیں۔ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرمائے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اسے ان میں شامل کر لے آپ پھر سو گئے اور پھر بنسے اور پھر اس طرح پوچھا گیا تو آپ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ انہوں نے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شمار کر لے۔ فرمایا تمہارا شمار پہلے گروہ میں ہے نہ کہ دوسرے گروہ میں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا۔ پھر یہ (حضرت معاویہ کی بیوی) بنت قرضہ کے ہمراہ بحری سفر پر نکلیں۔ جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں لیکن اس سے گر پڑیں۔ اور جاں بحق ہو گئیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوش خبری دی کہ آپ کی امت میں کچھ ایسے خوش نصیب افراد ہوں گے جو راہ حق میں بزرگسمندر پر سواری کریں گے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اور کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں فتح روم اور فتح قسطنطنیہ کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ جو یکے بعد دیگرے انجام

پذیر ہوئے۔ فتح روم حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہ کے ہاتھوں ہوئی اس کے بعد قسطنطنیہ کی فتح حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ان کے صاحب زادے یزید کے ہاتھوں انجام پائی۔

ان کی اصل عبارت یہ ہے:

هذا اخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن فتح روم الذي جعلها الله سبحانه في خلافة عثمان على يد معاوية والثاني اشارة الى فتح قسطنطنية في ايام سلطنة معاوية على يد ابنه۔ كذا سمعت عن الشيخ سلمه الله تعالى۔ (جلد ۲۶ ق ۲۶۷ الف)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں فتح روم کے بارے میں خوش خبری دے رہے ہیں جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہ کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں فتح قسطنطنیہ کے لیے بھی اشارہ ہے جو حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے صاحب زادے (یزید) کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ میں نے شیخ سے اسی طرح سنا۔

۴۷- باب السرعة في السير۔ قال ابو حميد قال النبي صلى الله عليه وسلم انى متعجل الى المدينة فمن اراد ان يتعجل معى فليعجل۔ ترجمہ: چلنے میں تیزی، ابو حمید نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جلدی سے مدینہ منورہ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ پس جو شخص میرے ساتھ جلدی جانا چاہے اسے چاہیے کہ فوراً تیار ہو جائے۔

امام بخاری نے اپنی منزل تک جلد پہنچنے کے سلسلے میں یہ باب بائعہا ہے۔ اس

ذیل میں تین احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا محمد بن العثنی نا یحیی عن هشام انی ابی  
قال سئل اسامہ بن زید کان یحیی یقول وانا اسمع  
فسقط عنی عن مسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی  
حجة الوداع فقال کان یسیر العنق فاذا وجد فحوة  
نص والنص فوق العنق۔

ترجمہ:- ہم سے محمد بن عثنی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے  
ہشام سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ان کے والد اسامہ بن زید رضی اللہ  
عنها سے پوچھا گیا۔ نیز یحییٰ بن عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد  
ماجد عروہ کو فرماتے سنا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع میں  
رفقار کا حال میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہا۔ (حضرت اسامہ بن زید)  
فرماتے ہیں کہ آپ درمیانی چال سے چلتے اور جب کسی میدان سے  
گذرتے تو رفقار تیز فرمادیتے۔ عتق درمیانی رفقار اور نص تیز رفقار کو کہتے  
ہیں۔ جو صق سے اوپر ہوتا ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے دو راوی ہیں ایک اسامہ بن زید دوسرے عروہ۔ اسامہ بن زید کی  
روایت نہایت واضح ہے جس میں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علی وسلم درمیانی  
چال چلتے تھے۔ اور جب کسی میدان سے گذرتے تو رفقار تیز فرمادیتے تھے۔ لیکن عروہ کی  
روایت کے بارے میں ان کے صاحبزادے یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عروہ کو  
آپ کی رفقار کا حال بتاتے سنا لیکن میں بھول گیا۔ اور اب میرے ذہن میں بات محفوظ

نہیں رہی۔ یہ عبارت چونکہ قدرے غیر واضح ہے اس لیے شاہ صاحب نے اس کو واضح کر کے لکھا ہے اور اس کا معنی و مفہوم بھی بیان کیا ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

معنی هذا الكلام ان محمد بن المثنی قال كان يحيى  
يقول في هذا الحديث لفظ وانا اسمع فكانت عبارة  
الحديث مثل اسماء بن زيد وانا اسمع فسقط عنى  
لفظ فانا اسمع فلم اكتب فى اصلى۔ من الشيخ  
المحدث ولى الله سلمه الله تعالى۔ (جلد ۲ ق ۲۷۸ ب)  
ترجمہ:- اس کلام کا معنی یہ ہے کہ محمد بن مثنیٰ نے کہا یحییٰ اس حدیث میں  
کہتے تھے وانا اسمع پس حدیث کی عبارت یہ ہوگی۔ عل اسماء بن  
زيد وانا اسمع میں چونکہ انا اسمع کا لفظ بھول گیا اس لیے میں اپنی اصل میں لکھ  
نہیں سکا۔

شیخ الحدیث ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔

۲۸- باب كيف ينبذ الى اهل العهد وقول الله عز وجل واما تخافن من  
قوم خيانة فانبذ اليهم على سواء۔ ترجمہ: معاہدہ کس طرح فتح کیا جاسکتا ہے۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اگر تم کسی قوم سے دعا بازی کا اندیشہ کرو تو ان کی طرف برابری کی سطح پر  
پھینک دو۔ (سورۃ الانفال۔ آیت ۵۸)

امام بخاری نے معاہدہ فتح کرنے کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے۔ اور اس  
سے متعلق سورہ الانفال کی آیت ۵۸ کو پیش کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی قوم  
سے دعا بازی کا اندیشہ ہو تو اس کو برابری کی سطح پر اس کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ  
برابری کی سطح کس نوعیت کی ہو اس کے بارے میں شاہ صاحب وضاحت فرماتے ہیں۔ جو

آیت کے آخری حصہ علی سواہ کے ذیل میں ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ دعا بازی کا بدلہ برابری یا اشتہار و اعلان کی سطح پر لیا جاسکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ بدلہ اصل دعا بازی سے زائد نہ ہو۔

اصل عبارت یہ ہے:

ای علی الاشتہار لو علی المسلووات فی المعاوضة لا  
الزیادة من الاصل۔ کنا سمعت۔ (جلد ۲، ق ۲۹۷ ب)  
ترجمہ:۔ یعنی اشتہار یا برابری کی بنیاد پر بدلہ لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اصل سے  
زائد نہ ہو۔

۳۹- باب یزفون النسلان فی المشی۔ ترجمہ:۔ تیز چلنے کے بیان میں۔  
امام بخاری نے اس باب کے ذیل میں مختلف احادیث نقل کی ہیں۔ تیسری حدیث  
کافی مفصل ہے۔ جو دو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس کو یہاں بیان نہیں کیا جائیگا۔ یہ  
عبداللہ بن محمد کے حوالے سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس  
حدیث میں بڑی تفصیل سے حضرت ابراہیم کے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کرنے، وہاں سے  
واپس جانے، حضرت ہاجرہ کے پریشان حال ہونے اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کے لیے  
پانی کے لیے مقلامروہ پر دوڑنے کے واقعات نہایت موثر انداز میں بیان کیے ہیں۔ اس  
مفصل حدیث کے درمیان میں حضرت ابن عباس سے یہ روایت ملتی ہے:

قال ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرحم  
اللہ ام اسمعیل لو ترکت زمزم او قال لو لم تغرف من  
الماء لکانت عینا معیناً قال فشربت وارضعت

وللعافقال لها الملك لا تخافوا الضيعة فان ههنا بيت  
 الله يبنى هذا الغلام وابوه وان الله لا يضيع اهله۔  
 ترجمہ:- حضرت ابن عباس نے کہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 اللہ تعالیٰ حضرت اسمعیل کی والدہ پر رحم فرمائے۔ اگر انہوں نے زحرم کو کھلا  
 چھوڑ دیا ہوتا یا فرمایا کہ چلو نہ بھری ہو تمس تو زحرم ایک جاری رہنے والا  
 چشمہ ہوتا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے پانی پیا۔ بچے کو دودھ پلایا تو  
 فرشتے نے کہا۔ اپنی ہلاکت کا خیال بھی دل میں نہ آنے دینا کیونکہ یہاں  
 بیت اللہ ہے جس کو یہ نونہال اور ان کے والد محترم تعمیر کریں گے۔ بیشک  
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔

اس حدیث میں فقال لها الملك لا تخافوا الضيعة کی عبارت ملتی ہے۔  
 جس کا معنی یہ ہے کہ فرشتہ وہاں پہنچا اور اس نے حضرت اسمعیل کی والدہ محترمہ سے کہا کہ اپنی  
 ہلاکت ویربادی کا خیال بھی نہ کرنا کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے جس کی تعمیر حضرت ابراہیم اور  
 حضرت اسمعیل کریں گے۔ اس عبارت میں حضرت اسمعیل علیہ السلام کی والدہ سے فرشتہ کا  
 گفتگو کرنا بتایا گیا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرشتے انبیاء کے علاوہ دوسرے افراد  
 سے بات چیت کرتے ہیں؟ اس حدیث سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ہاں کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب نے واضح کیا ہے کہ گرچہ یہ معروف ہے کہ غیر  
 انبیاء سے فرشتے گفتگو نہیں کرتے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ کوئی کلیہ نہیں ہے۔ غیر انبیاء سے  
 بھی گفتگو کرتے ہیں۔

شاہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

فيه ان الملك لا يتكلم مع غير الانبياء فيه ان هذه  
الكلية ليست بحائزة۔ کنا سمعت۔ (جلد ۲۶ صفحہ ۳۶۶)  
ترجمہ:- بلاشبہ فرشتے غیر انبیاء سے بات نہیں کرتے لیکن یہ کلیہ جائز  
نہیں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۵۰۔ باب حدثنا اسحاق بن نصرنا عبدالرزاق عن معمر عن همام بن  
منبه انه سمع ابا هريرة يقول قال قال رسول الله عليه وسلم قيل لبنى  
اسرائيل ادخلوا الباب سجدا الى آخره۔

ترجمہ:- بنی اسرائیل کی نافرمانی کا یہ ایک باب ہے جس کے تحت حضرت موسیٰ  
علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی نافرمانی کے سلسلے میں قرآنی آیات اور دو احادیث پیش کی گئی  
ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا اسحق بن ابراهيم نا روح بن عبادة نا عوف  
عن الحسن ومحمد و خلاس عن ابى هريرة رضى  
الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان  
موسى كان رجلاً حياً ستيراً لا يرى من جلده شئ  
استحياء منه فاذا من آذاه من بنى اسرائيل فقالوا اما  
يستتر هذا التستر الامن عيب لموسى بجلده اما برص  
واما اذرة واما آفة۔ وان الله اراد ان يبرئه مما قالوا  
لموسى فبخلا يوماً وحده فوضع ثيابه على الحجر ثم  
اغتسل فلما فرغ اقبل الى ثيابه لياخذها وان الحجر  
عدا بشوبه فاخذ موسى عصاه وطلب الحجر فجعل  
يقول ثوبى حجر ثوبى حجر حتى انتهى الى ملاء من

بنی اسرائیل فرأوه عرباناً أحسن ما خلق الله وأبرأه  
 مما يقولون وقام الحجر فاخذ بثوبه فلبسه وطفق  
 بالحجر ضرباً بعصاه فوالله ان بالحجر لندباً من اثر  
 ضربه ثلاثاً او اربعاً او خمساً فذلك قوله عز وجل  
 يا ايها الذين آمنوا لا تكونوا كالذين آذوا موسى فبراه الله  
 مما قالو وكان عند الله وجيهاً۔

ترجمہ:- مجھ سے اہل حق بن ابراہیم نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے  
 روح بن عبادہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے عوف نے حسن  
 (بھری) اور محمد اور خلاص نے ابو ہریرہ کے حوالے سے بیان کیا۔  
 انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بڑے  
 شرمیلے اور ستر پوش تھے۔ حیا کے باعث کوئی شخص ان کے جسم کا ذرا  
 حصہ بھی نہیں دیکھ سکا تھا۔ بنی اسرائیل نے انہیں ستانے کے لیے کہنا  
 شروع کر دیا کہ یہ کسی بیماری کے باعث جسم کو اتنا چھپاتے ہیں۔ انہیں  
 برص ہے یا ان کے نصیبے پھول گئے ہیں یا اور کوئی بیماری ہے۔ اللہ  
 تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان کے الزامات سے حضرت موسیٰ کو بری  
 فرمائے۔ پس ایک روز حضرت موسیٰ نے تنہائی میں جا کر کپڑے  
 اتارے اور ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پھر غسل فرمانے لگے۔ جب غسل  
 سے فارغ ہوئے اور کپڑے لینے کے لیے پتھر کی جانب بڑھے تو پتھر  
 ان کے کپڑے لیکر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت موسیٰ نے پتھر کو مارنے  
 کے لیے اپنا عصا لیا اور کہتے جاتے اسے پتھر میرے کپڑے دے پتھر  
 میرے کپڑے۔ یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے

پاس پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے عریانی کی حالت میں انہیں دیکھ لیا کہ ان کی تخلیق تو بڑی حسین ہے اور لوگ جو الزامات لگاتے ہیں ان کا یہاں نشان تک نہیں ہے۔ پھر پتھر ٹھہر گیا۔ اور انہوں نے کپڑے لے کر پہن لیے اور اپنے عصا سے پتھر کی پٹائی کرنے لگے۔ ان کے مارنے کے باعث خدا کی قسم پتھر میں تین چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو ان جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بری کیا۔ اس بات سے جو انہوں نے کہا اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔

(سورہ احزاب، آیت ۶۹)

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث کے راویوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرت عوف نے حضرت امام حسن بصری اور محمد اور خلاص سے روایت کی ہے۔ اور امام حسن بصری اور محمد اور خلاص نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام حسن بصری کی ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ کی تحقیق کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں:

ولکن فی ملاقات الحسن البصری مع ابی ہریرۃ  
اختلاف۔ کذا سمعت۔ (جلد ۲، ق ۳۲۱ ب)

ترجمہ:- لیکن حضرت حسن بصری کی حضرت ہریرہ سے ملاقات کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح میں نے سنا۔

۵۱- باب قول اللہ تعالیٰ و وہبنا لداؤد سلیمان نعم العبدانہ اواب الخ۔  
ترجمہ:- حضرت سلیمان علیہ السلام کا باب۔ اس کے تحت چار احادیث بیان کی گئی ہیں  
دوسری حدیث یہ ہے۔

حدثنا محالد بن معقلنا مغيرة بن عبد الرحمن عن ابي  
الزنناد عن الاعرج عن ابي هريرة عن النبي صلى الله  
عليه وسلم قال قال سليمان بن داؤد لا طوفن الليلة  
على سبعين امرأة تحمل كل امرأة فارسا يجاهد في  
سبيل الله فقال له صاحبه ان شاء الله فلم يقل فلم  
يحملن شيئاً الا و احدا ساقطاً احدى شقيه فقال النبي  
صلى الله عليه وسلم لو قالها لجاهد و افي سبيل الله  
قال شعيب و ابن ابي الزناد تسعين وهو اصح۔

ترجمہ:- ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا۔ ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمن نے  
ابوزناد کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اعرج سے ابو ہریرہ کے حوالے  
سے بیان کیا۔ ابو ہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ  
نے فرمایا۔ حضرت سلیمان بن داؤد نے کہا آج رات میں ستر بیویوں کے  
پاس جاؤں گا۔ پس ہر عورت ایک سوار جسے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد  
کرے گا۔ ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا ان شاء اللہ لیکن انہوں نے یہ  
الفاظ نہ کہے۔ تو ایک کے سوا کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی۔ اور اس بچے کا بھی  
ایک پہلو بیکار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر انہوں نے ان شاء  
اللہ کہا ہوتا تو (بچے پیدا ہو کر) ضرور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ شعیب نے  
ابن الزناد سے ۹۰ بیویوں کی روایت کی ہے اور زیادہ صحیح سمجھا ہے۔

## شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں اور لوطیوں کے بارے میں تحقیق پیش کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو ہاندیاں تھیں۔ ان کی اصل مہارت یہ ہے:

كانت لسليمان عليه السلام ثلاث مائة زوجة وسبع  
مائة امة۔ كذا سمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله۔  
(جلد ۲ ق ۳۲۳ ب)

ترجمہ:- حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو ہاندیاں  
تھیں۔ میں نے شیخ المحدث سلمہ اللہ سے اسی طرح سنا۔

۵۲- باب حدثنا ابو اليمان انا شعيب نا ابو الزناد عن عبدالرحمن حدثنا  
انه سمع ابا هريرة انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ -  
اس باب کے ذیل میں کئی احادیث نقل کی گئی ہیں جو مختلف حالات و واقعات پر  
مشتمل ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن ابن شهاب  
عن حميد بن عبدالرحمن انه سمع معاوية بن ابي  
سفيان عام حج على المنبر فتناول قصة من شعر  
كانت في يد حرسى فقال يا اهل المدينة اين علماء  
كم سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ينهى عن مثل  
هذا ويقول انما هلكت بنو اسرائيل حين اتخذها  
نساءهم۔

ترجمہ:- ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان سے سنا۔ جس سال انہوں نے حج کیا تو منبر پر پاپان کے ہاتھوں سے بالوں کا ایک کچھا لیکر فرمایا اے اللہ مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بال جوڑنے سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اور آپ فرمایا کرتے کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح بال جوڑے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ انسانی بالوں کو جوڑنا جائز نہیں۔ لیکن یہ بال اگر غیر انسان کے ہوں یا جانور کے ہوں تو ایسی صورت میں کیا مسئلہ ہوگا۔ شاہ صاحب درج ذیل طور میں اس اشتباہ کو دور کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام محمد کے نزدیک اگر جانور یا کسی دوسری مخلوق کے بال ہوں تو انہیں جوڑا جاسکتا ہے۔ یہ فعل جائز ہوگا۔ اصل عبارت یہ ہے:

واجازہ محمد اذا كانت من غیر انسان بل من  
الحيوانات۔ کذا سمعت۔ (جلد ۲، ق ۳۲۸ الف)

ترجمہ:- امام محمد نے اس کی اجازت دی ہے جب بال کے کچھے غیر انسانی  
بلکہ حیوانی ہوں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۵۳- باب قصۃ زمزم و جہل العرب۔ ترجمہ:- زمزم کا قصہ اور عربوں کی جہالت۔  
امام بخاری نے یہ جو باب باندھا ہے۔ اس کے مطالب بیان کرنے میں محدثین  
کام نہایت پریشان ہوئے اور محو حیرت بھی۔ کیونکہ بظاہر زمزم اور عربوں کی جہالت کے

قوں میں کوئی جوڑ سمجھ میں نہیں آتا اور نہ ان دونوں واقعات میں کوئی مناسبت نظر آتی ہے۔ ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اس کا جواب محدثین کرام نے دیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اسی بنا پر فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ بخاری کے مطالب بیان کرنے میں علماء کرام حیرت زدہ ہیں۔ انہوں نے اس کے مطالب بلاشبہ بیان کیے ہیں لیکن وہ صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکے اور نہ امام بخاری کے اصل مقصد تک پہنچ سکے ہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنی تحقیق پیش کی ہے جس کو وہ اہم ترین تحقیق سمجھتے ہیں اور جس کا اظہار انہوں نے والذی وفق هذا العبد الضعيف لفهمه سے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

تحير الناس في هذه المطالب التي ترجم البخاري لها ولم يهتدوا الى مقصده فيها والذي وفق هذا العبد الضعيف لفهمه ان البخاري عمد ههنا الى قصص اطلال الكلام فيها محمد بن اسحاق في سيرته ولكل منها شاهدا من الاحاديث الصحيحة على شرطه فذكر ابن اسحاق قصة تبائة اليمن من حمير فاتي البخاري لها بشاهد و هو ذكر قحطان في الحديث الصحيح و ذكر حلف الفضول وغيرها من معاهداتهم فيما بينهم فاشار اليها البخاري بقوله ما ينهى من دعوى الجاهلية و ذكر قصة تسلط خزاعة

علی مکہ بعد ما اخرجوا جرهما و اتی البخاری  
 لها بشاهد وهو ذکر عمرو بن لحي و تشبيه السواب  
 و ذکر قصة حفر عبدالمطلب الزمزم فاتی لها بشاهد  
 وهو حدیث اسلام ابی ذر و شربه من زمزم فانه یبدل  
 علی ان زمزم کان موجودا فی اول مبعث النبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم و ذکر الدارمی قبل ذکر مبعث النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم جهل العرب و اخرج قصة رجل  
 ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قتل ابنته فی  
 الجاهلیة فاتی البخاری لها بشاهد وهو قوله تعالیٰ قد  
 خسر الذین قتلوا اولادهم و ذکر ابن اسحاق نسبه  
 صلی اللہ علیہ وسلم الی سیدنا اسمعیل و روى عن  
 مالك انه كره رفع النسب الی ما فوق الاسلام  
 فانتصر البخاری لابن اسحاق و ذکر ابن اسحاق فی  
 میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قصة الخیل و استیلاء  
 العیش علی الیمن فلم یجد البخاری لها شاهدا الا  
 قوله تعالیٰ السم ترکیف فعل ربك باصحاب القیل  
 و ذکر الحیثیة فی الحدیث و خطابهم بیابنی ارفدة۔  
 هنا صلاح لى واللہ اعلم عنداللہ تعالیٰ من تعلیقات  
 شیخنا الاعظم ولی اللہ سلمہ اللہ - (ج ۲، ق ۳۳۲ الف)  
 ترجمہ - امام بخاری نے یہ جواب باعجاز اس کے مطالب بیان  
 کرنے میں علامہ محمد عظیم پشاور ہونے تاہم وہ امام بخاری کے مقصد تک

نہیں پہنچ سکے۔ اس حقیر بندے (شاہ ولی اللہ) کو اللہ تعالیٰ نے اس کے سمجھنے کی جو توفیق دی وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے ان واقعات کو بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے جنہیں محمد بن اسحاق نے اپنی سیرت میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی شرط پر ہر واقعہ کا ثبوت صحیح احادیث سے پیش کیا ہے۔ اسی بنا پر ابن اسحاق نے اہل یمن کی تباہت کا واقعہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کے لیے ثبوت پیش کیا اور وہ صحیح حدیث سے قحطان کا ذکر ہے۔ انہوں نے حلف المفضول اور ان کے آپسی معاہدات وغیرہ کا ذکر کیا تو امام بخاری نے اپنے قول ما ینھی من دعوی الجاہلیۃ سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے جرم کے نکالے جانے کے بعد مکہ معظمہ پر قبیلۃ خزاعہ کے تسلط کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کے ثبوت میں عمرو بن لُحی اور سوانب (نذر والے جانور) کا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے عبدالمطلب کے زرم کھودنے کا قصہ بیان کیا تو امام بخاری نے اس کے لیے ایک ثبوت پیش کیا اور وہ حضرت ابو ذر کے قبول اسلام اور زحرم پینے کا واقعہ ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت زرم موجود تھا۔ امام داری نے بعثت نبوی کے بیان سے قبل جہالت عرب کا واقعہ بیان کیا اور اس سلسلے میں ایک آدمی کا واقعہ بیان کیا۔ جس نے آپ کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا کہ اس نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے لیے امام بخاری نے ایک ثبوت پیش کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول

قد خسرو الذین قتلوا اولادہم ہے۔ ابن اہلق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت اسمعیل علیہ السلام تک پیش کیا اور امام

مالک سے روایت کی کہ وہ اسلام سے آگے اپنے نسب نامے کے پوچھنے کو کر وہ سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں امام بخاری نے ان کی مدد کی۔ ابن اسحاق نے میلاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گھوڑے اور یمن پر فوج کے غلبے کا واقعہ بیان کیا۔ تو اس کے ثبوت میں امام بخاری صرف اللہ تعالیٰ کا قول **الم تر كيف فعل ربك باصحاب الفيل** پیش کیا اور حدیث میں حبشہ اور ان کے خطاب یا نبی ارفدہ کا واقعہ بیان کیا۔ یہ وہ خیال ہے جو مجھے منکشف ہوا ویسے اللہ زیادہ جانتے والا ہے اور علم اس کے پاس ہے۔ یہ ہمارے شیخ اعظم ولی اللہ سلمہ اللہ کی تعلیقات سے اخذ کیا گیا۔

۵۴- باب مناقب ابی بن کعب۔ ترجمہ ابی بن کعب کے مناقب۔

یہ باب مناقب ابی بن کعب پر مشتمل ہے جس میں دو احادیث مذکور ہیں دوسری

حدیث یہ ہے:

حدثني محمد بن بشارنا غندر قال سمعت بشعبة قال سمعت قتاده عن انس بن مالك قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لأبى ان الله امرنى ان اقراء عليك لم يكن الذين كفروا قال وسمانى قال نعم فبكا۔

ترجمہ:- مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ ان سے غندر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے شعبہ سے سنا۔ انہوں نے کہا میں نے قتادہ سے سنا انہوں نے حضرت انس بن مالک سے بیان کیا انہوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سناؤں انہوں نے عرض کیا۔ کیا میرا نام لیکر؟ فرمایا۔ ہاں پس ردنے لگے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لسم بکن الذین کفرو والی سورہ حضرت ابی بن کعبؓ کو پڑھ کر سنائی۔ تاکہ وہ اسی طریقہ قرأت پر قرآنی آیات پڑھیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا۔ جبکہ آپ نبی آخر الزماں تھے۔ پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سورہ کیوں پڑھی؟ اس کی کیا خوبیاں ہیں اور کیا مصلحتیں ہیں؟

### شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے اپنے حکیمانہ انداز تحقیق میں ان دونوں سوالوں کا بڑا شاندار جواب دیا ہے اور چونکہ یہ دونوں جواب ان کے اپنی تحقیقی سوچ اور فکر کا نتیجہ ہیں اس لیے انہوں نے الہمنی الحق عزوجل لکھ کر اس کا اظہار کیا ہے۔ اور اس کو الہام ربانی قرار دیا ہے۔ جس سے اس کی دینی و علمی عظمت کافی بڑھ جاتی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں: بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن کی قرأت کا امام اور مقتدی بنانا مقدر کر دیا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ ان کے سامنے یہ سورہ پڑھ کر سنا دیں تاکہ آپ ہی کے لہجے اور طرز قرأت پر حضرت ابی بن کعب قرآن پڑھیں جو سب سے بہتر طریقہ قرأت ہے اور پھر دوسرے لوگ اس لہجے کی پیروی کریں اور قرآن پڑھنے میں انہیں اپنا امام تسلیم کریں۔

دوسرے سوال کا جواب شاہ صاحب نے یہ دیا ہے کہ اس سورۃ میں ایک جامع

آیت وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ہے جو ملت خفیہ کے تمام احکام کو محیط ہے اور تمام احکام اسی سے مستنبط ہوتے ہیں۔ انہیں احکام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے آپ نے ان احکام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ ہاں مخالفت اگر کی تو صرف ان

احکام کی جنہیں یہود و نصاریٰ نے بدل ڈالا تھا۔ اور جن کی انہوں نے تحریف کر ڈالی تھی جیسے شرک، نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا۔ اب شاہ صاحب کی اصل عبارت پڑھیے۔

الهمنى الحق عزوجل فى هذا الحديث ان وجه  
تخصيص ابى بالقرأة عليه هو ان الله تعالى قدر فى  
سابق علمه ان يكون ابى سيد القراء و ينتهى اليه  
سلسلة الامة فى قرأة القرآن فامرہ صلى الله عليه وسلم  
ان يقرأ عليه ليتشرف بذلك ويتعلم طريق قرأته صلى  
الله عليه وسلم احسن ما يكون ووجه تخصيص  
سورة لم يكن ان فيها آية جامعة يمكن ان يستبطن  
منها جميع احكام الملة الحنفيه وهى قوله وما  
امرو الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء الآية  
فانها تشير الى ان النبى صلى الله عليه وسلم مبعوث  
لاقامة الملة الحنفيه لا يخالفها الا فى امور كانت من  
تحريفها تهتم كالشرك واهمال الصلوة والزكوٰة وهذه  
الآية كافية لمن كان عالماً بالملة الحنفيه التى كانت  
يوميذ فى معرفة اكثر الاحكام۔ من الشيخ المحدث  
سلمه الله تعالى۔ (جلد ۲، ق ۳۵۵ ب)

ترجمہ:- اس حدیث کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام کیا ہے  
(کہ میں اس کی توجیہ و تشریح پیش کروں) (میرے خیال میں)  
حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو قرآن کی اس سورہ کو پڑھ کر سنانے کے لیے  
مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم میں مقدر

کر دیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب سیدالقرآء ہوں گے۔ اور قرآن  
 پاک کی قرأت میں امت مسلمہ کا سلسلہ انہیں پر ختم ہوگا۔ اس لیے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان کے سامنے پڑھیں  
 تاکہ وہ اس عظیم دولت سے مشرف ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 قرأت کا طریقہ دیکھ لیں جو سب سے اچھا طریقہ قرأت ہے۔ سورہ  
 لم یکن الذین خاص طور پر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک  
 جامع آیت ہے۔ جس سے ملت خفیہ کے تمام احکام مستنبط کرنا ممکن  
 ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما امر و الا لیعبد و اللہ  
 مخلصین له الذین حنفاء ہے۔ کیونکہ یہ آیت بلاشبہ اشارہ کرتی  
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملت خفیہ کی اقامت کے لیے  
 مبعوث ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مخالفت صرف ان امور  
 میں کی جن میں یہود و نصاریٰ نے تحریفات کر دی تھیں۔ جیسے شرک اور  
 ترک نماز و زکوٰۃ۔ یہ آیت اس شخص کے لیے کافی ہے جو ملت خفیہ کا  
 عالم اور جانکار ہو۔ یہ ملت خفیہ وہی ہے جس کے اکثر احکام آپ کے  
 دور میں متعارف ہو چکے ہیں۔ از اقادات شیخ الحدیث سلمہ اللہ تعالیٰ۔

## صحیح البخاری جلد سوم HL.No. 443A

۵۵- باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کفار قریش شیبة و عتبه و الولید ابی جہل بن ہشام و ہلاکہم۔  
ترجمہ:- رسول خدا کا سرداران قریش کی ہلاکت کے لئے دعا کرنا اور وہ شیبة، عتبه، ولید اور ابو جہل بن ہشام ہیں۔

امام بخاری نے اس باب میں وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں سرداران قریش کی ہلاکت کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعائیں کی تھیں۔ اس میں مختلف احادیث ہیں آخری حدیث یہ ہے:

حدثني عثمان نا عبدة عن هشام عن ابيه عن ابن عمر قال وقف النبي صلي الله عليه وسلم على قليب بدر فقال هل وجدتم ما وعد ربكم حقاً ثم قال انهم الآن يسمعون ما اقول فذكر لعائشة فقالت: انما قال انهم الآن ليعلمون ان الذي كنت اقول لهم هو الحق ثم قرأت انك لا تسمع الموتى حتى قرأت الآية۔

ترجمہ:- عثمان نے مجھ سے بیان کیا۔ ان سے عبده نے ہشام کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے سچے وعدے کو پالیا۔ پھر فرمایا یہ اب میری بات سن رہے ہیں۔

جب اس بات کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ انہیں اب بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ حق ہے اور پھر انہوں نے قرآن پاک کی آیت پڑھی کہ بے شک مردے تمہارے شانے سے نہیں سنتے انہوں نے آخر تک یہ آیت پڑھی۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے قرآنی آیت انک لاتسمع الموتی کے سلسلے میں فرمایا کہ یہاں الموتی (مردے) سے مراد وہ گونگے، بہرے اور اندھے کفار کے نفوس مراد ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور ان کے دنیاوی احوال ایسے ہو گئے ہیں جیسے بے روح جسم ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں سنانا عادت نہایت مشکل امر ہے۔

شاہ صاحب کی اصل عبارت یہ ہے:

اعلم ان المراد بالموتی فی الآیة نفوس الکفار الصم البکم العمی الذی ختم اللہ علی قلوبہم۔ و احوالہم فی الحیاة مثل الاجساد التی لا روح فیہا فاسماعہم بعید جداً فی العادة الا اذا یخرق فعلی هذا لتدافع بینہما کما زعمت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

کناسمعت۔ (جلد ۳، ورق ۳ ب)

ترجمہ:- جانتا چاہیے کہ اس آیت میں موتی (مردے) سے اندھے، گونگے اور بہرے کفار مراد ہیں۔ جن کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور دنیا میں ان کے احوال ایسے ہیں جیسے بلا روح کے جسم۔ اس لیے

انہیں کوئی بات سنانا عادتاً نہایت مشکل ہے۔ مگر فرق عادت کے طور پر ہو  
اس صورت میں کوئی تضاد نہیں رہا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے  
گمان کیا میں نے اسی طرح سنا۔

۵۶- باب تسمية من سمى من اهل بدر في الجامع۔ اصحاب بدر کے اسماء  
گرای کا باب۔

اس باب میں امام بخاری نے ان صحابہ کرام کے اسماء گرای پیش کیے ہیں جو شہداء  
بدر کہے جاتے ہیں۔ یہ تعداد میں ۳۶ تھے جو یہ ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) ابوبکر صدیق القرشی (۳) عمر بن الخطاب  
الحدادی (۴) عثمان بن عفان القرشی (۵) علی بن ابی طالب البہاشمی (۶) ایاس بن  
الکبیر (۷) بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر القرشی (۸) حمزہ بن عبدالمطلب البہاشمی (۹)  
حاطب بن ابی طبقہ حلیف قریش (۱۰) ابوحنیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی (۱۱) حارث بن  
الریح الانصاری (۱۲) خبیب بن عدی الانصاری (۱۳) خنیس بن حذافا لہبھی (۱۴) رفاعہ  
بن رافع الانصاری (۱۵) رفاعہ بن عبدالمعز ابولبابہ الانصاری (۱۶) الزبیر بن العوام  
القرشی (۱۷) زید بن سہل ابوطلحہ الانصاری (۱۸) ابو زید الانصاری (۱۹) سعد بن مالک بن  
الزہری (۲۰) سعد بن خولہ القرشی (۲۱) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی (۲۲) سہل بن  
حلیف الانصاری (۲۳) ظہیر بن رافع الانصاری (۲۴) واخوہ (۲۵) عبد اللہ بن مسعود  
الہذلی (۲۶) عبدالرحمن بن عوف الزہری (۲۷) عبیدہ بن الحارث القرشی (۲۸) عبادہ بن  
الصامت الانصاری (۲۹) عمرو بن عوف حلیف بنی عامر بن لوی (۳۰) عقبہ بن  
عمرو الانصاری (۳۱) عامر بن ربیعہ الغزوی (۳۲) عاصم بن ثابت الانصاری (۳۳) عویم  
بن ساعدہ الانصاری (۳۴) عقبان بن مالک الانصاری (۳۵) قدامہ بن مظعون  
(۳۶) قدامہ بن العثمان الانصاری (۳۷) معاذ بن عمرو بن الجموح (۳۸) معوذ بن عفراء

(۳۱) داؤد (۴۰) مالک بن ریحہ اہلبیت الانصاری (۴۱) سلح بن اسیق بن مہدی بن  
 اہلب بن عبد مناف (۴۲) سرانہ بن ابراق الانصاری (۴۳) حسن بن علی الانصاری  
 (۴۴) مقداد بن عمرو الکندی طیف بنی زہرہ (۴۵) حنظلہ بن مسعود ل (۴۶) مال  
 بن اسیق الانصاری۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس باب میں ۴۶ صحابہ کرام کے اسناد گرامی صحیح ہیں جو لوہے کے ان  
 میں سے ہیں اسلئے نام حنظلہ بن مسعود ل کا ہے۔ جس کے نیچے میں اسلمہ میں حضرت شاہ  
 کی تحقیق لکھی ہوئی ہے کہ یہ نام یہاں غلط ہے۔  
 اصل عبارت یہ ہے:

سمعت عن الشيخ ان اسمه ههنا غلط  
 ترجمہ:- میں نے شیخ سے سنا کہ ان کا نام یہاں غلط ہے۔  
 (جلد سوم، باب)

۵- باب غزوہ خندق وھی الاحزاب۔ ترجمہ: غزوہ خندق کا باب۔  
 نام بھاری نے اس باب میں غزوہ خندق سے حلقہ نام لکھا ہے۔ اس کا  
 حدیث حضرت ابن عمر سے روکی ہے۔ جیسا ہے:

حدثني ابراهيم بن موسى انما شام عن معمر عن  
 الزهري عن سلم عن ابن عمر قال واخبرني ابن  
 طاووس عن عكرمة بن خالد عن ابن عمر قال دخلت  
 على حفصة رضي الله عنها ونسواتها تنطف قلت  
 قد كان من امر الناس ما ترين فلم يجعل لي من الامر

شئى فقالت الحق فانهم ينتظرونك واخشى ان يكون  
 فى احتباسك عنهم فرقة فلم تدعه حتى ذهب فلما  
 تفرق الناس خطب معاوية قال من كان يريد ان ينكلم  
 فى هذا الامر فليطلع لناقرنه فلنحن احق به منه و من  
 ابيه قال حبيب بن مسلم فهلا جبتة قال عبدالله  
 فحللت حيوتى وهممت ان اقول احق بهذا الامر منك  
 من قاتلك و اباك على الاسلام فخشيت ان اقول كلمة  
 تفرق بين الجميع و تسفك الدم و يحمل عنى غير  
 ذلك فذكرت ما اعد الله فى الحنان قال حبيب  
 حفظت و عصمت قال محمود عن عبدالرزاق و  
 نوساتها۔

ترجمہ:- ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا۔ ہم سے ہشام نے عمر سے  
 بیان کیا عمر نے زہری سے اور انہوں نے سالم سے اور انہوں نے ابن عمر  
 سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھے ابن طاؤس نے عمر بن خالد کے حوالے  
 سے خبر دی۔ انہوں نے ابن عمر سے بیان کیا ابن عمر نے فرمایا کہ میں حضرت  
 حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے گیسوئے مبارک سے  
 پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگوں نے خلافت کے بارے میں  
 جو کچھ کہا وہ آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ اگرچہ مجھے بذات خود خلافت سے کچھ  
 دلچسپی نہیں ہے۔ فرمایا۔ تم لوگوں سے جا کر طوہہ تمہارا انتظار کر رہے ہوں  
 گے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے کے باعث ان میں نا اطلاق نہ  
 ہو جائے۔ وہ برابر اصرار کرتی رہیں حتیٰ کہ ابن عمر مجھے جب لوگ حضور

ہو گئے تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ جو اس معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے سامنے بات کرے۔ کیونکہ ہم اس سے بگاڑ اس کے باپ سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔ جبیب بن مسلمہ نے کہا کہ آپ نے انہیں جواب کیوں نہ دیا! حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں جواب دینا چاہتا تھا اور میرا یہ کہنے کا ارادہ ہوا کہ آپ سے خلافت کا وہ زیادہ مستحق ہے جو اسلام کی خاطر آپ سے اور آپ کے باپ سے جنگ کر چکا ہے لیکن میں ڈرا کہ یہ بات کہنے سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچے گا اور خون شہے گا۔ اور میری طرف سے اس بات کا کچھ اور مطلب نکالا جائے گا۔ پس میں اس ثواب کو یاد کر کے خاموش رہا جو اللہ نے جنت میں تیار کیا ہوا ہے۔ جبیب بن مسلمہ نے کہا کہ واقعی آپ نے مسلمانوں کو فساد سے محفوظ رکھا اور خون ریزی سے بچالیا ہے۔ محمود نے عبدالرزاق سے جو روایت کی ہے اس میں نسواتہا کی جگہ نو ساتہا ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کی روشنی میں اس تاریخی واقعہ کی مزید وضاحت کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے جواب میں حضرت حسین بن علی نے یزید کے برخلاف اپنی خلافت کے استحقاق کا کس جرأت مندی سے اظہار کیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

من عظمة معاوية في آخر حجة حجها حين دخل  
المدينة على اربعة عبد الرحمن بن ابي بكر و عبدالله  
بن عمرو و عبدالله بن الزبير و حسين بن علي و غيرهم

من اهل الحل والعقد بنصب يزيد على الامارة فرضى  
 عبدالرحمن بالمال وقال ابن الزبير بان هذا رسم  
 ملوك المعجم وانت حتى لا تقل مثل ذلك تطيرا أو  
 سكت ابن عمرو قال حسين بن علي رضى الله عنه انا  
 احق بهذا الامر في حياتك وبعلم ماتك فغضب معاوية  
 وقال ارى انه يسيل عن رأسك الدم مثل منام  
 الهدى۔ کذا سمعت۔ (جلد ۳ ورق ۱۱۸ الف)

ترجمہ:- یہ حضرت معاویہ کے آخری حج کا خطبہ ہے۔ جب وہ مدینہ میں  
 داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر  
 عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی وغیرہ متعدد دوسرے اہل حل و عقد کے  
 سامنے یزید کو امیر بنانے کی بات رکھی۔ حضرت عبدالرحمن مال سے راضی  
 ہو گئے۔ ابن الزبیر نے کہا یہ عجیب بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ آپ زندہ ہیں  
 آپ کے لیے اس طرح کہنا مناسب نہیں۔ ابن عمر خاموش ہو گئے لیکن  
 حضرت حسین بن علی نے کہا۔ میں آپ کی زندگی میں بھی اور مرنے کے  
 بعد بھی اس منصب کا زیادہ حق دار ہوں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ غصہ  
 ہو گئے۔ اور کہا میرا خیال ہے کہ تمہارے سر سے قربانی کے جانور کی مانند  
 خون بہے گا۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۵۸- باب غزوة خیبر۔ ترجمہ:- غزوة خیبر کا باب۔

یہ باب غزوة خیبر سے متعلق ہے۔ جس میں مختلف احادیث بیان کی گئی ہیں ایک  
 حدیث حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 غزوة خیبر کے دن عورتوں سے منع کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

حدیث یہ ہے:

حدثنا يحيى بن قزعة نامالك عن ابن شهاب عن  
عبدالله والحسن ابني محمد بن علي عن ابيهما عن  
علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہم ان رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعة النساء يوم خيبر  
وعن اكل الحمر الانسية:

ترجمہ:- ہم سے یحییٰ بن قزعة نے بیان کیا۔ ہم سے مالک نے ابن شہاب  
سے بیان کیا۔ انہوں نے عبد اللہ اور حسن بن محمد بن علی سے بیان کیا۔  
انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ انہوں نے علی بن ابی طالب سے  
بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے  
متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

اس حدیث میں حرمت متعہ کا ذکر یوم خیبر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس سے واضح

ہوتا ہے کہ حد صرف غزوہ خیبر کے دن حرام تھا۔ جبکہ متعہ مطلقاً منسوخ قرار دیا گیا ہے اس  
سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تحقیق پیش کی ہے جو یہ ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یوم خیبر کا جو لفظ حرمت متعہ کے ذیل میں لایا گیا ہے

وہ امام زہری کا وہم ہے کیونکہ دوسرے طرق حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ متعہ

او طاس میں حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس لیے ایسی صورت میں حدیث کی عبارت یہ ہوگی: ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعة النساء وعن اكل لحوم

الحمر الانسية يوم خيبر۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے اور

یوم خیر میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

اب شاہ صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

اعلم ان كلمة يوم خبير في حرمة المتعة انما هو وهم  
من الزهري ويعلم من الطرق الآخر ان حرمة المتعة  
في الاوطاس فلعل العبارة ان يكون على هذا ان  
رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء  
وعن اكل لحوم الحمر الانسية يوم خبير۔ فيوم خبير  
متعلق باكل۔ كنا سمعت والله اعلم۔ (جلد ۳۰ ق ۳۰ ب)  
ترجمہ:- جان لو کہ حرمت گدھ کے ذیل میں کلمہ یوم خیر لانا امام زہری کا  
وہم ہے کیونکہ دوسرے طرق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حد کی حرمت  
اوطاس میں ہوئی تھی ایسی صورت میں عبارت یوں ہوگی: ان رسول  
الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء وعن  
اكل لحوم الحمر الانسية يوم خبير۔ پس یہاں یوم خیر کا تعلق  
اکل سے ہوگا۔ میں نے اسی طرح سنا۔

۵۹- باب السرية التي قبل نحد۔ ترجمہ نجد کی طرف جانے والے سریہ کا باب۔

اس باب کے ذیل میں امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم  
ہوتا ہے کہ نجد کی طرف جو سریہ روانہ ہوا تھا۔ اس کے مجاہدین کو مال غنیمت کے طور پر حصے  
ملے تھے۔ حدیث یہ ہے:

حدثنا ابو النعمان نا حماد نا ايوب عن نافع عن ابن  
عمر قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم سرية قبل  
نحد فكننت فيها فبلغت سهامنا اثني عشر بعيرا



وكان يا مر لاهل السرية ان يقسموا ربع الغنيمة على  
انفسهم وياتون بما بقى عند رسول الله صلى الله  
عليه وسلم ثم يقسم النبي على جميع المجاهدين من  
اهالى السرية والذين معه فيجلبون اهل السرية مرتين  
كما يفهم من الحديث المذكور۔ کذا سمعت۔

(جلد ۳۲ ق ۲۲ ب)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل سریہ کو حکم دیتے تھے کہ مال  
غنیمت کا چوتھائی حصہ آپس میں تقسیم کر لیں اور بقیہ مال آپ کی خدمت  
میں حاضر کریں۔ جو مال آپ کی خدمت میں آتا اس کو آپ اہل سریہ  
کے تمام مجاہدین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ اس طرح اہل سریہ دو بار مال  
غنیمت حاصل کر لیتے تھے۔ جیسا کہ حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔

۶۰- باب قوله عز وجل ما ننسخ من آية او ننسها نأت بغير منها۔ ترجمہ:- اللہ  
تعالیٰ کا قول ما ننسخ من آية او ننسها نأت بغير منها کا باب۔

اس باب میں امام بخاری نے منسوخ آیات قرآنی والی حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثني عمرو بن علي نا يحيى ناسفیان عن حبيب عن  
سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر رضی اللہ  
عنه اقرؤنا ابی واقتضانا علی وانا لندع من قول ابی  
وذلك ان ایسا يقول لا ادع شیئاً سمعت من رسول  
الله صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال اللہ عز وجل  
ما ننسخ من آية او ننسها۔

ترجمہ:- مجھ سے عمرو بن علی نے بیان کیا۔ ہم نے یحییٰ نے اور ان سے

سفیان نے جبیب سے روایت کی۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن مہاس سے روایت کی انہوں نے کہا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم میں سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب ہیں اور سب سے بڑے قاضی حضرت علی ہیں لیکن ہم ابی ابن کعب سے اس قول کو چھوڑ دیتے ہیں جبکہ انہوں نے کہا کہ (قرآن کریم سے) جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسے نہیں چھوڑوں گا۔ حالانکہ نسخ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مانسوخ من آية او نسها۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

منسوخ آیات قرآن کے سلسلے میں علماء تفسیر کے مختلف خیالات ملتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے۔ یہ پانچ سو آیت ہیں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا ہے یہ اکیس آیتیں ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کی تحقیق ان سب سے الگ اور زالی ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ یہ صرف پانچ آیات ہیں۔ بقیہ تمام آیتیں اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے مربوط ہیں۔ اور ان میں سے کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کو منسوخ قرار دیا جائے۔ شاہ صاحب نے اپنی تحقیق کو اس بات کے حاشیہ میں پیش فرمایا ہے۔ جس کو ان کے شاگرد نے سمعت عن الشیخ الھدث لکھ کر تحریر کیا ہے۔

اصل عبارت دیکھیے:

قیل المنسوخات خمس مائة وقال القاضي ابوبکر  
انھا احدى وعشرون آية۔ وسمعت عن الشیخ  
المحدث۔ سلمه الله ان کلھا بطابق بالمعنی بها  
الالعمس آیات۔ (جلد ۳، ق ۵۹ الف)

ترجمہ:- کہا گیا ہے کہ منسوخ آیات قرآنیہ پانچ سو ہیں۔ قاضی ابوبکر نے کہا یہ ایکس آئیں ہیں لیکن میں نے شیخ الحدیث سلمہ اللہ سے سنا ہے کہ تمام آیات معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے مربوط ہیں صرف پانچ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (جلد ۳، ق ۵۹ ب)

۶۱- سورہ بنی اسرائیل:

اس عنوان کے تحت مختلف ابواب قائم کیے گئے ہیں اور ہر باب کے تحت اس سورہ کی مختلف آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ جو مختلف رواۃ کے حوالوں سے ہے پہلی روایت حضرت ابن مسعود اور حضرت عباسؓ کی ہے۔ جنہوں نے مختلف الفاظ کی تفسیر بیان کی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے سورہ بنی اسرائیل سورہ کہف اور سورہ مریم کے بارے میں فرمایا انہن من العتاق الاول وھن من تلادی۔

حضرت شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے لفظ تلادی کی تحقیق پیش کی ہے۔ جو فارسی زبان میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ تلاد اس مال کو کہتے ہیں جو وراثت میں حاصل ہو اور جس میں کسب کا کوئی دخل نہ ہو بخلاف مال طارف کے کہ یہ وہی مال ہوتا ہے جو کسب سے حاصل ہو۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

تلاد مالیکہ بطریق ارث بدست آید، وکسب رادروی دخل نہ باشد بخلاف مال طارف کذا سمعت۔ (جلد ۳، ق ۸۳ ب)

ترجمہ:- تلاد اس مال کو کہتے ہیں جو وراثت کے ذریعہ حاصل ہو۔ اور اس میں کسب کا کوئی دخل نہ ہو۔ بخلاف مال طارف کے کہ اس طرح میں نے سنا۔

۶۲- حضرت ابن عباسؓ نے ایک لفظ خطا کی تفسیر اثمًا یعنی گناہ سے کی ہے۔ پھر آگے

فرماتے ہیں وہو اسم من خطیئت والخطا مفتوح مصدره من الاثم  
خطیئت بمعنی اخطاٹ۔

شاہ صاحب نے مصدره من الاثم کے تحت اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے  
ہیں کہ مصدره من الاثم کا معنی یہ ہوا کہ اس کا ماخذ لفظ اثم ہے۔  
اصل عبارت یہ ہے:

قوله مصدره من الاثم بمعناه ماخذه من لفظ الاثم  
وهو خطیئت لكن بمعنی اخطیئت بقول لفظ  
خطیئت واحد وله معنیان اثم و اخطاٹ والمفتوح  
ماخوذة منه اذا كان بالمعنی الثانی۔ عن شیخ  
المحدث ولی الله سلمه الله۔ (جلد ۳، ص ۵۵)

ترجمہ:- ان کے قول مصدره من الاثم کا معنی یہ ہوا کہ  
یہ اس کا ماخذ لفظ اثم ہے۔ اور وہ خطیئت ہے۔ لیکن اخطیئت کے معنی  
میں ہے لفظ خطیئت واحد ہے جس کے دو معنی ہیں۔ اثم  
واخطاٹ مفتوح اس سے ماخوذ ہے۔ جب کہ وہ دوسرے معنی میں  
ہو شیخ المحدث ولی الله سلمه الله سے منقول ہے۔

۶۳- حم الزخرف۔ ترجمہ سورہ الزخرف کی تفسیر:

امام بخاری نے اس باب کے تحت سورہ الزخرف کی مختلف آیات کی تفسیر بیان کی  
ہے۔ سب سے پہلے امام مجاہد کا قول پیش کیا ہے جو علی امہ اور قبیلہ یارب کی تفسیر پر  
مشتمل ہے۔ بخاری شریف کی عبارت یہ ہے:

وقال محامد علی امہ علی امام وقبیلہ یارب  
تفسیرہ ایحسبون انا لانسمع سرهم ونحوهم ولا

نسمع قبيلهم۔

ترجمہ:- مجاہد نے کہا علی امة یہاں علی امام کے معنی میں ہے۔ اور قبیلہ یارب کی تفسیر یہ ہے کہ کیا انہیں گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں، کاٹا پھوسی اور گفتگو نہیں سنتے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

حضرت شاہ صاحب نے آیت وقیلہ یارب کے تحت حاشیہ میں اپنی تحقیق پیش کی ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے:

قوله تعالى وقيله الخ اقول وعندى ان معناه ورب قبل

للسول يارب والواو هي التي تكون بمعنى رب رجل

ولا حاجة الى معطوفة عليه۔ ولي الله۔ (جلد ۳، ق ۱۰۵ اب)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے قول وقیلہ الخ کے بارے میں میرا خیال / کہنا یہ ہے کہ میرے نزدیک اس کے معنی ہیں، بسا اوقات رسول سے واللہ ورب کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ یہاں واو وہ ہے جو رب رجل کے معنی میں ہے اور اس میں عطف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۶۳- باب قوله ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر الآيه۔

امام بخاری نے اس باب کا آغاز قرآنی آیت ليغفرلك الله ماتقدم الخ

سے کیا ہے۔ اور پھر اس کے تحت کئی احادیث نقل کی ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل مغفرت کا ثبوت ملتا ہے۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے اس باب میں جو قرآنی آیت درج کی ہے۔ اس کے بین السطور

میں حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک تحقیق ملتی ہے۔ وہ تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے مصوم من اظہا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ محض آپ پر اللہ کی رحمت کا فضل ہے کہ جو گناہ آپ سے سرزد ہوا وہ معاف ہو گیا۔ یہ معنی اگر مراد نہ لیا جائے تو آپ کے گناہوں کی معافی کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔

اصل عبارت یہ ہے:

(جلد ۳، ق ۱۰۸ الف)

هذه الآية تدل على عصمته وهو فضل الرحمة على  
نبينا بحيث لو صدر منك ذنب لغفروا الا فلا معنى  
لمغفرة الذنب الذي لم يصدر منه بعد فتامل  
كذا سمعت۔ (جلد ۳، ق ۱۰۸ الف)

ترجمہ:- یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔ اور  
یہ محض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت خداوندی کا فضل ہے کہ اگر کسی  
گناہ کا آپ سے صدور ہوا تو وہ معاف کر دیا گیا۔ ورنہ گناہ کی معافی کا  
کوئی معنی نہیں رہ جاتا جو اگر آپ سے کبھی سرزد نہیں ہوتا اس پر غور کرنا  
چاہیے۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۶۵۔ سورۃ اللیل اذا يغشى:

امام بخاری نے یہ باب سورہ واللیل اذا يغشى کی تفسیر کے لیے قائم کیا ہے۔  
اس سلسلے میں کئی احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا قبيصة بن عقبه نا سفيان عن الاعمش عن  
ابراهيم عن علقمه قال دخلت في نفر من اصحاب  
عبدالله الشام فسمع بنا ابوالدر داء فاتانا فقال انوكم  
من يقرأ فقلنا نعم قال فابكم اقرأ فاشرو الي فقال اقرأ

فقرات واللیل اذا یغشی والنهار اذا تحلی وما خلق  
الذکر والانثی فقال انت سمعتها من فی صاحبک  
قلت نعم قال وانا سمعتها من فی النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم وهو لاء یا بون علینا۔

ترجمہ:- ہم سے قیسہ بن عقبہ نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے  
سفیان نے امش سے اور امش نے ابراہیم سے روایت کی۔ انہوں نے  
عقربہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں اصحاب عبد اللہ کی ایک جماعت  
کے ساتھ شام میں داخل ہوا۔ حضرت ابو درداء نے ہمارے آنے کی خبر  
سن لی تو وہ ہمارے پاس آئے اور کہا کیا تم میں کوئی قاری ہے؟ ہم لوگوں  
نے کہا ہاں! پھر کہا تم میں زیادہ اچھا پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے میری  
طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا پڑھو چنانچہ میں نے واللیل اذا یغشی  
والنهار اذا تحلی وما خلق الذکر والانثی پڑھا۔ انہوں نے  
صیافت کیا کیا تم نے اس کو اپنے صاحب کے منہ سے بھی سنا میں نے کہا  
ہاں! میں نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنا اور  
یہ لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی قرأت میں اختلاف ہوتا ہے جیسا کہ  
یہاں نظر آتا ہے۔ یہ اختلاف قرأت دراصل سبب احرف کے ذیل میں آتا ہے۔ جن پر  
قرآن پاک کا نزول ہوا۔ لیکن جس قرأت پر سب کا اتفاق ہے وہ ایسی قرأت ہے جو حضرت  
جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آخری بار پیش کی تھی۔  
اصل ہجرت یہ ہے:

اعلم ان امثال هذا داخل في سبعة احرف التي انزل  
الفرقان عليها واما القراءة التي اتفقوا عليها فهي آخر  
ما عرض جبرئيل على النبي صلى الله عليه وسلم  
كذا صنعت۔ (جلد ۳، ق ۱۱۲۲ الف)

ترجمہ: جانا چاہیے کہ اسی طرح کی مثالیں سب احرف میں داخل ہیں جن پر  
قرآن پاک کا نزول ہوا۔ لیکن وہ قرأت جس پر تمام علمائے قرأت کا  
اتفاق ہے وہ قرأت وہ ہے جو حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کے سامنے آخری بار پیش کی تھی۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۶۶- باب ذهاب النساء والصبيان الى العرس۔ ترجمہ:- دعوت ولیمہ میں  
مورتوں اور بچوں کا جانا۔

امام بخاری نے یہ باب دعوت ولیمہ میں مورتوں اور بچوں کو جانے کے سلسلے میں  
قائم کیا ہے جس کی پہلی حدیث یہ ہے:

حدثنا عبدالرحمن بن المبارك نا عبدالوارث نا  
عبدالعزیز بن صہیب عن انس بن مالك قال  
ابصر النبي صلى الله عليه وسلم نساء وصبیانا  
مقبلین من عرس فقام ممتنا فقال اللهم انتم من  
احب الناس الی۔

ترجمہ:- ہم سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا (انہوں نے کہا)  
ہم سے عبدالوارث نے اور ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس  
بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے کچھ مورتوں اور بچوں کو دعوت ولیمہ سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو

آپ جوش مسرت میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ خدا گواہ ہے کہ تم لوگوں میں سب سے پیارے ہو۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے اس حدیث کے ایک لفظ ”ممتنا“ پر تحقیق پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اگر میم کے کسرہ کے ساتھ ہو جو ”المنته“ سے ماخوذ ہوگا۔ تو اس کا معنی احسان (اچھا جاننا) کے ہوگا۔ اور یہ اسم فاعل ہوگا۔ اور اگر میم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی مشتاق ہونے کے ہوگا۔

اصل عبارت یہ ہے:

وسمعت عن الشيخ المحدث سلمه الله انه اذا كان  
مشتقاً من المنته بكسر الميم بمعنى الاحسان ممتنا  
اسم فاعل بمعنى مفضلاً واذا كان من الممتن بضم  
الميم فمعناه مشتاقاً اي مسرعاً۔ (جلد ۳، ق ۱۲۵ اب)  
ترجمہ:- میں نے شیخ الحدیث سلمہ اللہ سے سنا کہ جب ”ممتنا“ مرید  
سے مشتق ہو جو میم کے کسرہ کے ساتھ ہے تو احسان کے معنی میں اسم  
فاعل ہوگا۔ مفعلاً کے معنی میں ہوگا۔ لیکن جب الممتن بضم  
المیم ہوگا تو اس کا معنی مشتاقاً ای مسرعاً کے ہوگا۔

☆☆☆

## صحیح البخاری جلد چہارم HL.No. 443B

۶۷- باب تیل الرحم بیلاہا:

امام بخاری نے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامے کے سلسلے میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

حدثنی عمرو بن عباس نا محمد بن جعفر ناشعبہ عن اسمعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم ان عمرو بن العاص قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جہا راغیر سریقول ان آل ابی فلاں۔ قال عمرو فی کتاب محمد بن جعفر بیاض لیسوا باولیای انما ولی اللہ وصالح المؤمنین زاد عنبسة بن عبد الواحد عن بیان عن قیس عن عمرو بن العاص قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولكن له رحم ابلاہا بیلاہا قال کذا وقع و بیلاہا اجود و اصح و بیلاء ہالا اعرف له و جہا۔

ترجمہ:- ہم سے عمر بن عباس نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے شعبہ نے اسمعیل بن ابی خالد سے قیس بن ابی حازم کے حوالے سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ

عمرو بن العاص نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آہستہ نہیں بلکہ بلند آواز سے سنا کہ بیٹک میرے والد ماجد کی آل فلاں ہے۔ عمرو کا بیان ہے کہ محمد بن جعفر کی کتاب میں آگے بیچ (خالی) جگہ تھی (پھر یہ تھا کہ) میرا کوئی ولی نہیں۔ میرا ولی تو اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے جو انہوں نے عبدالواحد سے انہوں نے قیس سے روایت کی کہ عمرو بن العاص نے کہا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہاں میری اس شخص کے ساتھ رشتہ داری ہے۔ جسے میں اس کی رعایت کے ساتھ قائم رکھتا ہوں۔ اصل لفظ بلا لہا ہے جو صحیح ترین ہے اور بلا ہا کی صورت کو میں صحیح نہیں مانتا۔ انہوں نے کہا اس طرح واقع ہوا:

وبلا لہا جو دو اصح۔ و بلاء ہا لا اعر ف و جہا۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد ماجد کی آل کے نام لیے بغیر آل ابی فلاں فرمایا۔ جو وضاحت طلب ہے۔ اس بنیاد پر اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ قرابت داری کے لحاظ سے نہیں بلکہ صلاح و ایمان کے اعتبار سے میرے احباب نہیں ہیں یا عقیل بن ابی طالب کی نسبت فرمایا۔ کیوں کہ انہوں نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا۔ یا اس سے مراد ابوسفیان ہیں۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله فلاں کذا فی بعض النسخ والمراد منه ابی طالب  
فعلى هذا معنی لیسوا باحبائى من جهة القرابة بل من  
جهة الصلاح و الايمان۔ او قال بنسبة عقیل بن ابی

طالب لان اسلامه كان متاخراً جداً او المراد منه ابى  
سفيان لكن ترك البياض فى كتاب محمد بن جعفر  
بابى عن ذلك كذا سمعت۔ (جلد ۴، ورق ۲۱۷ ب)  
ترجمہ:- آپ کا قول ”فلاں“ بعض نسخوں میں اسی طرح آیا ہے اس  
سے مراد ابو طالب ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ یہ قرابت  
داری کے اعتبار سے نہیں بلکہ صلاح و ایمان کے لحاظ سے میرے  
احباب نہیں ہیں۔ یا آپ نے عقیل بن ابوطالب کے بارے میں  
فرمایا کیونکہ انہوں نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا۔ یا اس سے مراد  
ابوسفیان ہیں۔ لیکن محمد بن جعفر کی بیاض میں ”بابی“ چھوٹ گیا۔

۶۸- باب الدعاء اذا اتبه من الليل۔ ترجمہ:- رات کو جاگ اٹھے تو اس وقت کے  
دعا کا باب۔

یہ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بارے میں قائم کیا گیا ہے۔ جس  
میں دو حدیث مذکور ہیں۔  
کلی حدیث یہ ہے:

حدثنا على بن عبدالله ناين مهدي عن سفیان عن  
سلمه عن كريب عن ابن عباس قال بت عن لميمونة  
فقام النبي صلى الله عليه وسلم فاتي حاجته فغسل  
وجهه ويد به ثم نام ثم قام فاتي القرية فاطلق شئها  
ثم توضاء وضوء أيسن وضوئين لم يكبر وقد ابلغ  
فصلى فقامت فتمطيت كراهية ان يرى انى كنت  
لوقبه فتوضأت فقام يصلى فقامت عن يساره فاخذ

بإذنی فادارنی عن یمنه فتأمت صلواته ثلاث عشرة  
 رکعة ثم اضطجع فنام حتی نفخ وکان اذانام نفخ  
 فاذنه بلال بالصلوة - فصلی و لم يتوضأ و کان فی  
 دعائه اللهم اجعل فی قلبی نوراً و فی بصری نوراً و فی  
 سمعی نوراً و عن یمنی نوراً و عن یساری نوراً  
 و فوقی نوراً و تحتی نوراً و امامی نوراً و خلفی نوراً  
 و اجعلنی نوراً - قال کریم و سبع فی الثابت فلقیت  
 رجلاً من ولد العباس فحدثنی بهن فذكر عصبی  
 و لحمی و دمی و شعری و بشری و ذکر خصلتین -

ترجمہ: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے ابن  
 مہدی نے سفیان سے بیان کیا۔ انہوں نے سلمہ سے کریم کے حوالے  
 سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن عباس سے بیان کیا انہوں نے روایت بیان  
 کی کہ میں نے میسرہ کے یہاں رات گزاری۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کھڑے ہوئے۔ اور جیب اپنی حاجت سے فارغ ہوئے تو منہ اور ہاتھ  
 کو دھویا اور سو گئے۔ پھر کھڑے ہوئے مشکیزے کے پاس آئے۔ اس کا  
 منہ کھولا اور درمیانہ وضو کیا یعنی تھوڑا یا زیادہ پانی استعمال نہیں فرمایا۔ پس  
 آپ نے نماز پڑھی اور میں بھی کھڑا ہو گیا مگر دیر کر کے اٹھا۔ کیونکہ مجھے یہ  
 اچھا نہیں لگا کہ آپ سمجھیں کہ میں دیکھ رہا تھا۔ پس میں نے وضو کیا اور نماز  
 پڑھنے کے لیے آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے میرا  
 کان پکڑا اور مجھے دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ آپ نے پوری تیرہ رکعتیں  
 پڑھیں۔ پھر لیٹے اور سو گئے۔ یہاں تک کہ خزانے لینے لگے۔ اور آپ

جب بھی سوتے تو فراتے لیتے۔ پھر حضرت بلال نے نماز کے لیے اذان پڑھی۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اور وضو نہ فرمایا۔ اور آپ اپنی دعا میں کہہ رہے تھے۔ اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر دے۔ اور میری نگاہوں میں نور اور میری سماعت میں نور اور میرے دائیں اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور کر دے۔ مجھے نور بنا دے۔ کریب کا بیان ہے کہ آپ نے سات چیزوں کا ذکر فرمایا۔ جو تابوت میں تھیں۔ میں حضرت عباس کی اولاد میں سے ایک شخص سے ملا تو اس نے ان کا ذکر کر کے عصی لہجی وومی و شعری و بشری کا ذکر کیا۔ نیز دو چیزیں اور بیان کیں۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں حضرت کریب کا قول ہے کہ وہ سات چیزیں تابوت میں محفوظ ہیں۔ حضرت شاہ صاحب اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ حضرت کریب کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ سات اعضاء کے نام صحیفہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ جو میرے پاس صندوق میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ تابوت سے پیٹ کا اندرونی حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ یعنی وہ اعضاء جو پیٹ میں مخفی ہیں۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله وسبع فی التابوت یعنی قال کریب لم احفظ  
اسماء سبع اعضاء لكنها مكتوب فی الصحیفه  
محفوظة فی الصندوق عندی۔ وبعوزان یکون  
المراد بالتابوت جوف البطن یعنی الا اعضاء التي

تكون في الجوف - كذا سمعت - (جلد ۴، ورق ۲۳۹ ب)  
 ترجمہ:- ان کا قول وسیع فی التابوت۔ یعنی کریب نے کہا میں سات اعضاء  
 کے نام محفوظ نہیں کر سکا تاہم وہ صحیفہ میں لکھے ہوئے ہیں جو ان کے صندوق  
 میں بند ہے۔ تابوت سے پیٹ کا اندرون حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ یعنی  
 جو اعضاء اندرون میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۶۹- باب قول اللہ عزوجل واقسموا باللہ جہدا یمانہم۔ وقال ابن  
 عباس قال ابوبکر والہ یارسول اللہ لتحدثنی بالذی اخطأت فی  
 الرویا قال لا تقسم۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ انہوں نے اللہ کی سخت قسمیں کھائیں۔  
 ابن عباس نے کہا کہ حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ۔ خدا کی قسم مجھے وہ ضرور بتا دیجئے جو میں  
 نے خواب کی تعبیر میں غلطی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم نہ کھاؤ۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

امام بخاری نے ترجمہ الباب کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے۔ اس کے حاشیہ میں  
 حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام نام معلوم تھے۔ تاہم  
 انہوں نے نام بتانے سے پرہیز کیا۔

اصل عبارت یہ ہے:

وسمعت عن الشيخ المحدث فی بیان الخطاء ان  
 ابا بکر لم یسم الاسماء مع انه کان واقفا علیہا۔

(جلد ۴، ۲۸۰ ب)

ترجمہ:- میں نے شیخ المحدث سے سنا کہ حضرت ابوبکر نے خطا کے بیان  
 میں نام نہیں بتایا جبکہ وہ ان سے واقف تھے۔

۷۰۔ باب صاع المدینة ومدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبرکتہ  
وماتوارث اهل المدینہ من ذالک قرنابعد قرن۔ ترجمہ:- مدینہ کا صاع اور نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد اور اس کی برکت کا باب جس کی برکت مدینہ منورہ میں نسلًا بعد  
نسل منتقل ہوتی آرہی ہے۔

امام بخاری نے یہ باب مدینہ منورہ کے صاع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مد کی تفصیلات کے بارے میں قائم کیا ہے۔ اس کے ذیل میں تین احادیث نقل کی  
ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنی عثمان بن ابی شیبہ نا القاسم بن مالک  
المزنی نا الجعید بن عبدالرحمن عن السائب بن  
یزید قال کان الصاع علی عهد النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم مداً وثلاثاً بعد کم الیوم فزید فیہ فی زمن  
عمر بن عبدالعزیز۔

ترجمہ:- مجھ سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ ہم سے قاسم بن  
مالک مزنی نے بیان کیا (انہوں نے کہا) ہم سے جعید بن عبدالرحمن  
نے سائب بن یزید سے روایت کی انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے آج کے لحاظ سے صاع ایک مد اور  
تہائی کے برابر کا ہوتا تھا۔ لیکن پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ  
میں اس میں اضافہ کر دیا گیا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں صاع اور مد کا ذکر موجود ہے لیکن ایک صاع کتنے مد کا  
ہوتا ہے۔ بعد کے زمانہ خلافت میں اس کا کتنا وزن ہوتا تھا۔ اس کی صراحت شاہ صاحب

کی زبانی سنئے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں مدینہ کا صاع پانچ رطل اور ٹلٹ کا ہوتا تھا۔ اور یہی مد اور ٹلٹ اموی دور کے صاع کا ہوتا تھا۔ پس اموی مد چار رطل کا ہوتا تھا اور اموی صاع سولہ رطل کا ہوتا تھا۔

اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

صاع المدينة خمسة ارطال وثلث وهو مدو ثلث  
بالصاع الاموى فالمد الاموى اربعة ارطال۔ والصاع  
الاموى ستة عشر رطلا۔ عن الشيخ المحدث سلمه  
الله تعالى۔ (جلد ۴، ق ۲۸۶ ب)

ترجمہ:- مدینہ منورہ کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی کا ہوتا تھا۔ اور یہی مد اور ٹلٹ ہے اموی دور کے صاع میں پس اموی مد چار رطل کا ہوتا تھا اور اموی صاع سولہ رطل کا ہوتا تھا۔

۱۷- باب لعن السارق اذالم يسم۔ ترجمہ: نام لیے بغیر چور پر لعنت کرنے کا باب۔  
امام بخاری نے یہ باب چور پر لعنت بھیجنے کے سلسلے میں قائم کیا ہے۔ اس کے تحت انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حدثنا عمر بن حفص بن غياث نا ابى نا الا غمش قال  
سمعت ابا صالح عن ابى هريرة عن النبى صلى الله  
عليه وسلم قال لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع  
يده و يسرق الحبل فتقطع يده قال الا غمش  
كانوا يرون انه يبيض الحديد والحبل كانوا يرون انه  
منها ما يسوى ثلثة دراهم۔

ترجمہ:- ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ ہم سے میرے

باپ نے اور ان سے اعمش نے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ابو صالح سے سنا انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی۔ انہوں نے بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی کہ خود چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور کشتی کی رسی چراتا ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اعمش کا قول ہے کہ لوگوں کے خیال میں بیضہ سے مراد لوہے کا خود ہے اور الجھل سے تین درہم کی رسی کے مساوی مراد ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

یہاں چور پر اللہ کی لعنت سے وہ چور مراد ہے جو پہلی بار معروف خود چراتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ آگے بڑھاتا ہے اور اعلیٰ قسم کا خود چرانے پر جری ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں چوری کے اس دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہو جاتا ہے۔

### اصل عبارت یہ ہے:

قوله قال الاعمش الخ لا يخفى انه لا يساعد عليه  
 اللعنة فمعناه لعن الله السارق يسرق اولاً البيضة  
 المعروفة التي تافه ثم يحترى على اعلاه فيبلغ ادنى  
 النصاب فتقطع يده۔ كذا سمعت عن الشيخ  
 المحدث سلمه الله۔ (جلد ۴، ق ۲۹۳ الف)

ترجمہ:- اعمش کا قول الخ۔ یہ بات مخفی نہیں کہ یہ لعنت کا مصداق نہیں ہے اس لیے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے اس چور پر لعنت بھیجی ہے

جو سب سے پہلے معروف اور عام خود چوری کرتا ہے۔ تو معمولی قیمت کا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کی اعلیٰ قسم چرانے کی ہمت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ چوری کے ادنیٰ نصاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس سے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

۷۲- باب القسامة وقال الاشعث بن قيس قال لى النبى صلى الله عليه وسلم شاهدك او يمينه وقال ابن ابى مليكة لم يقدر بها معاوية وكتب عمر بن عبدالعزيز الى عدى بن اوطاة و كان امره على البصرة فى قتيل وجد عنديت من بيوت السمانين ان وجد اصحابه بينة و الا فلا تظلم الناس فان هذا لا يقضى فيه الى يوم القيامة۔

ترجمہ:- قسامت کا باب۔ اشعث بن قیس نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے دو گواہ ہونے چاہئیں ورنہ اس کی قسم ہوگی۔ ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ معاویہ نے اس کا قصاص نہیں لیا عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن اوطاہ کو لکھا جنہیں بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ اس متحول کے بارے میں جس کی لاش گھی پیچنے والوں کے گھروں کے پاس ملی تھی۔ کہ اگر اس کے درنا کو گواہ مل جائیں تو بہتر ہے ورنہ کسی پر ظلم نہ کرنا۔ کیونکہ پھر اس مقدمے کا فیصلہ قیامت تک نہ ہو سکے گا۔

امام بخاری نے یہاں قسامت کا باب باندھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قسم کے سلسلے میں نقل کی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک حکم نامہ بھی درج کیا ہے۔

## شاہ صاحب کی تحقیق:

شاہ صاحب نے القسامۃ کے ذیل میں اپنی قیمتی معلومات پیش کی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتہ نہ ہو تو مقتول کے اولیا اگر پوری ثبوت کے ساتھ کسی گروہ کے خلاف دعویٰ کریں تو مدعی علیہ کے پچاس آدمیوں کو قسم کھانا لازم ہے۔ اگر وہ قسم کھالیں تو بری الزمہ ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ لوگ قسم نہ کھا سکے تو ان پر دیت لازم ہوگی۔ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے مدعی کو قسم کھانا ضروری ہے۔ اگر وہ انکار کر دے تو پچاس مدعی علیہم کو قسم کھانا واجب ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ قسم نہ کھائیں تو انہیں صرف دیت دینی ہوگی۔ امام مالک کا قول ہے کہ مدعی علیہم پر پہلے دیت اور پھر قصاص لازم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب مقتول کے اولیا راضی نہ ہوں تو متعم علیہ قتل کیا جائے گا۔ اس مسئلے میں امام بخاری کی رائے امام ابوحنیفہ کے خیال کے موافق ہے۔ اس بات کا احتمال تبھی ہے کہ ان کی رائے امام شافعی کے موافق ہو۔

اصل عبارت یہ ہے:

قوله القسامۃ - اعلم انه اذا وجد احد مقتولا ولا يعلم قاتله واولياء المقتول ان يدعوا على جماعة بثبوت ثابت فيما بينهم فيجب على خمسين رجلا من المدعى عليهم القسم فان اقساموا برؤا وان نكلوا فعليهم الدية لا ولياء - هدا عند ابى حنيفة  
وعند الشافعي يجب الحلف او لاعلى المدعى فان نكل فعلى خمسين رجلا من المدعى عليهم فان نكلوا فعليهم الدية فقط واما عند مالك على المدعى

عليهم الدية اولوا القود ايضاً في صورة عدم استرضاء  
اولياء المقتول فيقتل المتهم عليه ورأى ابو عبد الله  
البخارى يوافق ابى حنيفة ويحتمل ان يكون موافقاً  
للشافعي رحمه الله ايضاً - كذا سمعت -

(جلد ۳ ورق ۳۰۴ الف)

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ جب کوئی شخص مقتول پایا جائے اور اس کے  
قاتل کا پتہ نہ ہو تو مقتول کے اولیا اگر کسی گروہ کے خلاف پورے  
ثبوت کے ساتھ دعویٰ کریں تو مدعی علیہم کے پچاس آدمیوں پر قسم  
واجب ہوگی۔ اگر وہ لوگ قسم کھالیں تو اس جرم سے بری ہو جائیں  
گے۔ اور اگر انہوں نے پہلو تہی کی اور قسم نہیں کھائی تو اولیا کو انہیں  
دیت دینی ہوگی۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ امام شافعی کے  
نزدیک پہلے مدعی پر قسم لازم ہوگی۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو پچاس  
مدعی علیہم پر قسم لازم ہوگی اگر انہوں نے انکار کر دیا تو ان پر صرف  
دیت ہوگی۔ امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ مدعی علیہم پر پہلے دیت  
پھر قصاص ہوگا۔ مقتول کے اولیاء کے راضی نہ ہونے کی صورت میں  
مہم علیہ قتل کیا جائے گا۔ امام بخاری کی رائے امام ابوحنیفہ کی رائے  
کے موافق ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ امام شافعی کے خیال  
کے موافق ہو۔

۷۳- باب عمود الفسطاس تحت و سادته۔ باب الاستبرق ودخول  
الحننة فی المنام۔ ترجمہ:- اپنے تکیے کے نیچے خیمے کا ستون دیکھنا۔ استبرق اور  
دخول الحنت فی المنام کا باب۔

امام بخاری نے اس باب میں اپنے تجزیے کے نیچے خیمے کا ستون دیکھنے کے سلسلے میں ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حدثنا معلى بن اسد نا وهيب عن ايوب عن نافع  
عن ابن عمر قال رايت في المنام كان في يدي  
سرفة من حرير لا اهوى بها الى مكان في الجنة  
الاطارت بي اليه فقصصتها على حفصة فقصتها  
حفصة على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ان  
انحاك رجل صالح او قال عبد الله رجل صالح۔  
ترجمہ: ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے  
وسیب نے ایوب سے اور انہوں نے نافع سے بیان کیا۔ انہوں نے  
ابن عمر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا  
کہ ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں ہے۔ میں جنت کے جس  
مکان میں جانا چاہتا ہوں وہ اس کے اندر مجھے اُڑا کر لے جاتا ہے۔  
پس میں نے حضرت حفصہ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت حفصہ نے  
یہ خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے  
فرمایا کہ تمہارا بھائی نیک ہے یا یہ فرمایا کہ عبد اللہ نیک آدمی ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

یہ حضرت ابن عمرؓ کے خواب کا واقعہ تھا۔ اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ نے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب نقل کیا ہے جس میں کئی اہم امور کی طرف اشارہ  
ملا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ خیمہ کے ستون آپ کے تکیے کے  
نیچے لگے ہوئے ہیں۔ فرشتے آپ کو شام لے گئے۔ اور وہاں خیمہ گاڑ دیا۔ اس سے یہ بات

ثابت ہوتی ہے کہ خلافت کا کاروبار ایک مدت کے بعد شام میں منتقل ہو جائے گا۔  
اصل عبارت یہ ہے:

سمعت عن الشيخ المحدث ولي الله ادام الله بر كاته  
ان النبي صلى الله عليه وسلم راى فى المنام ان عمود  
الفسطاط تحت وسادة راسه فاذهب به الملك  
بالشام ونصب فيها فسطاطا فادلته بان امر الخلافة  
ينتقل بعد مدة من ارض..... ويستقر بالشام - كذا فى  
بعض شروحه - (جلد ۴، ق ۳۱۷ الف)

ترجمہ:- میں نے شیخ المحدث ولی اللہ ادام اللہ برکاتہ سے سنا کہ نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ خیمہ کے ستون سر مبارک  
کے تکیہ کے نیچے ہیں۔ فرشتے آپ کو اس کے ساتھ ملک شام لے گئے اور  
وہاں خیمہ نصب کر دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خلافت کا معاملہ  
ایک مدت کے بعد.... کی سر زمین سے منتقل ہو جائے گا۔ اور شام میں جم  
جائے گا۔ بخاری شریف کی بعض شروح میں اسی طرح ہے۔

۷۳- باب اذا قال عند قوم شياء ثم خرج فقال بخلافه - ترجمہ:- جب کوئی  
لوگوں کے سامنے کچھ کہے اور پھر وہاں سے جا کر کچھ اور کرے۔

امام بخاری نے عہد شکنی کی مذمت کے سلسلے میں یہ باب قائم کیا ہے۔ اس کی پہلی

حدیث یہ ہے:

حدثنا سليمان بن حرب نا حماد بن زيد عن ايوب عن  
نافع قال لما خلع اهل المدينة يزيد بن معاوية جمع ابن  
عمر حشمه وولده فقال انى سمعت النبي صلى الله

عليه وسلم يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة وانا  
قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له  
القتال واني لا اعلم احداً منكم نخلعه ولا تابع في هذا  
الامر الا كانت الفيصل بيني وبينه۔

ترجمہ:- ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے  
حماد بن زید نے ایوب سے بیان کیا انہوں نے نافع سے بیان کیا۔ حضرت  
نافع نے فرمایا کہ جب المل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو  
حضرت ابن عمر نے اپنے پڑوسیوں اور لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ میں  
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر دو عاباز کے لیے  
قیامت کے روز ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔ اور بیشک ہم نے اس آدمی  
کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کے لیے بیعت کی اور میں نہیں جانتا کہ  
اس سے بڑھ کر کوئی دھوکہ بازی ہو کہ کسی آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے  
کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو پھر اس کے ساتھ لڑنے کی ٹھانی  
جائے۔ اور میں نہیں جانتا کہ تم میں سے جو شخص اس کی بیعت توڑے گا یا  
کسی دوسرے سے بیعت خلافت کرے گا مگر میرے اور اس کے درمیان  
جدائی کا فیصلہ ہے۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس حدیث میں حضرت ابن عمر کا قول و فعل مذکور ہے کہ جب المل مدینہ نے یزید  
بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو انہوں نے اپنے پڑوسیوں اور بچوں کو ایک جگہ جمع کر کے فرمایا  
میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد شکنی کی نہایت مذمت کی ہے۔ ایسی صورت میں میں

جس شخص کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کے لیے بیعت کر چکا ہوں۔ اس سے عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ ورنہ حدیث کی روشنی میں مورد عتاب ہو جاؤں گا۔ اس موقع پر شاہ صاحب نے ایک معلومات افزا تاریخی بات کہی ہے۔ وہ یہ کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کے مسئلے میں اکثر اصحاب بدر خاموش تھے۔ تاہم تیس صحابہ کرام ایسے تھے جو حضرت علی کی مدد فرما رہے تھے۔ لیکن معاویہ بن سفیان کے ساتھ ان میں سے کوئی فرد نہ تھا۔

اصل عبارت دیکھئے:

اعلم ان اکثر اهل البدر كانوا متوقفين في هذه القضية  
الاثنتين رجالا فانهم عاونوا عليا رضي الله عنه  
وما كان احد مع معاوية بن سفيان منهم - كذا  
سمعنا - (جلد ۴، ق ۳۲۶ ب)

ترجمہ:- جاننا چاہیے کہ اس معاملے میں اکثر اصحاب بدر خاموش تھے۔ تاہم تیس صحابہ کرام ایسے تھے جو حضرت علی کے معاون تھے لیکن معاویہ بن سفیان کے ساتھ ان میں سے کوئی فرد نہ تھا۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۷۵- باب قوله و كان عرشه على الماء وهو رب العرش العظيم۔ وقال  
ابو العالیہ استوی الی السماء ارتفع فسواهن خلقهن -  
ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ ابو العالیہ نے  
کہا استوی علی السماء سے مراد ارتفع (بلند ہوا) اور فسواهن سے مراد  
خلقهن (انہیں پیدا کیا) ہے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کئی احادیث نقل کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رب  
عرش عظیم ہونے اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اس ذیل میں ایک حدیث

حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینب کے نکاح والی نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حدثنا احمد بن محمد بن ابی بکر المقدمی نا حماد بن زید عن ثابت عن انس قال جاء زید بن حارثہ یشکو فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتق اللہ وامسک علیک زوجک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانتما شیئاً لکتما ہذہ۔ قال و کانت زینب تفخر علی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقول زوجکنا اہا لیکن وزوجنی اللہ من فوق سبع سموات وعن ثابت وتخفی نفسک ما للہ مبدیہ وتخشى الناس نزلت فی شان زینب وزید بن حارثہ۔

ترجمہ:- ہم سے احمد نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) ہم سے محمد بن ابی بکر المقدمی نے اور ان سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت زید بن حارثہ شکایت کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روک کر رکھو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم میں کچھ بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت زینب اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات سے فخر یہ کہا کرتیں کہ تم لوگوں کا نکاح تم لوگوں کے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات

آسمانوں کے اوپر کیا۔ ثابت نے بیان کیا کہ آیت ”تم اپنے دل میں چھپاتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طرز و طعنے کا اندیشہ تھا“۔ سورہ احزاب آیت ۴۷، حضرت زینب اور حضرت زید بن حارثہ کے حق میں نازل ہوئی۔

### شاہ صاحب کی تحقیق:

اس جگہ شاہ صاحب ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ کہ پہلے حضرت زینب اور حضرت زید کے درمیان نکاح ہوا لیکن حالات بگڑنے کی بنا پر حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دیدی۔ اس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں۔ ظاہر ہے کہ اب اس میں کوئی قباحت نہیں رہی۔

اصل عبارت یہ ہے:

ای ارادة نکاحها بعد طلاق زید وهو امر مباح  
فلا حاجة الى التکلفات۔ کذا سمعت۔

(جلد ۳، ق ۳۵۷ الف)

ترجمہ:- یعنی حضرت زینب سے نکاح کا ارادہ حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد ہوا۔ یہ امر مباح ہے۔ جس میں تکلفات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح میں نے سنا۔

۷۶- باب فی المشیة والارادة وقول الله تو تى الملك من تشاء  
وماتشاون الا ان يشاء الله ولا تقولن لشيء انى فاعل ذلك غدا الا ان  
يشاء الله انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدى من يشاء۔ قال  
سعيد بن المسيب عن ابيه قال نزلت فى ابى طالب۔ يريد الله بكم

الیسر ولا یرید بکم العسر۔

ترجمہ:- خدا کی مشیت اور ارادہ کا باب۔ ارشاد ربانی ہے۔ تو جسے چاہے سلطنت دے۔ اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ نیز فرمایا۔ اور ہرگز کسی بات کے لیے یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ نیز فرمایا۔ بیشک تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سعید بن المسیب نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔

امام بخاری نے یہ بات اللہ کی مشیت و ارادہ کے سلسلے میں قائم کر کے اس کی تائید میں چند آیتیں پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور ہدایت تامہ کے سلسلے کی آیتیں بھی نقل کی ہیں۔ آخر میں ایک آیت مزید تحریر کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے۔ تنگی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔

شاہ صاحب کی تحقیق:

اس موقع پر حضرت شاہ صاحب نے ایک تحقیق پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ یہاں ارادہ سے تشریحی احکام کے لیے ارادہ مراد ہے جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے کے وقت کامل اطاعت میں دقت محسوس ہوتی ہے۔

اصل عبارت یہ ہے:

المراد ہہنا الارادة التشريعی یعنی الذی عرض  
للاحکام الشرعیہ لقبہر النفس فی الصوم و انقیاد فی  
الصلوۃ۔ فکنا فی عمل الرخص فایدة الیسر کما  
بدل علیہ سیاق الآیة۔ ولیس المراد الارادة

التکوینی کما یتوهمہ البعض۔ کذا سمعت۔

(جلد ۴، ق ۳۶۳ الف)

ترجمہ:- یہاں تشریحی ارادہ مراد ہے۔ یعنی جو شرعی احکام کی ادائیگی کے وقت روزہ میں نفس پر جبر اور نماز میں کامل اطاعت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ یسر کا فائدہ رخصت کے عمل میں بھی ہے۔ جیسا کہ آیت کا سیاق بتاتا ہے۔ یہاں تکوینی ارادہ مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اسی طرح میں نے سنا۔

☆☆☆

